

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُسُلِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى عِبَادِكَ الْمَسِيحِ الْمَوْعُودِ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ

خلافت نمبر

جلد ۲۲ — شماره ۲۱

بدل اشتراک

سالانہ ۱۰ روپے
ششماہی ۵ روپے
ممالک غیر ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے



ایڈیٹر: محمد حفیظ بقت پوری
نائب ایڈیٹر: جاوید اقبال اختر

THE WEEKLY BADR QADIAN

REGD. NO. P. 67

PHONE NO. 35

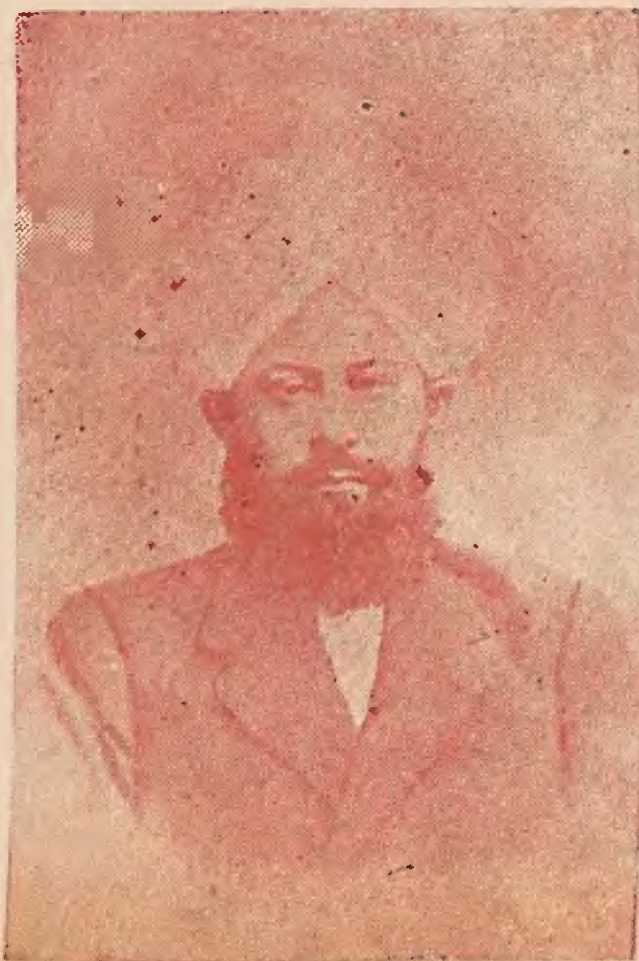
۲۲ مئی ۱۹۷۳ ع

۲۲ ہجرت ۱۳۵۲ ہش

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۳ ھ



شبیبہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد رضا قادیانی علیہ السلام



شبیبہ مبارک حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول
شبیبہ مبارک حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی
شبیبہ مبارک حضرت عارف نظام رانا عمر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث علیہ السلام

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رام آباد پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ یزید رائے: صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

اخبار امجدیہ

قادیان ۲۲ ہجرت (مئی) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اطلاع ملنے پر ہے کہ حضور کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے۔ اجاب اپنے محبوب امام ہمام کی صحت و سلامتی، درازی عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرامی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

۱۶۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا کی صحت کے متعلق مورخہ ۱۲ ہجرت کی اطلاع ہے کہ کمزوری بہت ہے۔ اجاب محترمہ سرسیدہ عمدہ کی صحت و سلامتی کے لئے بھی دعائیں جاری رکھیں۔

۱۷۔ بیگم صاحبہ سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم کے متعلق اطلاع ہے کہ معدہ پر عمدہ کابیت اثب ہے جس کی وجہ سے کھانے اور چائے کے بعد فوراً الٹی ہو جاتی ہے یا تھوڑی دیر کے بعد الٹی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے صحت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ اجاب موصوفہ کی کاملی شفا یابی کے لئے دعا فرمائیں۔

۱۸۔ محترم صاحبزادہ و زاکیم احمد صاحب مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

قادیان ۲۲ ہجرت۔ ہفتہ زیر اشاعت میں محترمہ قدس سرہ بیگم صاحبہ بیگم نواب اعزاز رسول صاحب مرحوم آن سنیہ لکھنؤ سے ۱۶ مئی کو قادیان تشریف لاکر ۲۰ کو واپس تشریف لے گئیں۔ محترم میاں نواب عبد الرحیم صاحب ۷ مئی کو الہ کوٹہ سے تشریف لائے اور حال بہال ہیں۔ محترمہ مستن صاحب آف مارشلس ۱۸ مئی کو کلکتہ سے بدلیہ ہوئی جاز آئے اور مورخہ ۱۹ مئی کو واپس کلکتہ روانہ ہو گئے۔

تھے۔ اور خلافت کی بنا محض خدا تعالیٰ کے فضل سے دُنیا میں استوار ہو چکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے وہ انصاف و انعامات جو ایمان اور اعمال صالحہ سے مشروط ہیں نازل ہونے شروع ہو چکے تھے۔ اور اب بھی جاری ہیں۔ اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہیں گے۔

آج سے ٹھیک پینسٹھ سال قبل جماعت احمدیہ میں خلافت کے بابرکت نظام کا اجراء ہوا۔ اور ان پینسٹھ سالوں میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کو ہزار رنگ اُترتے دیکھا۔ نظام خلافت کے قیام سے آج تک گاہر دن گواہ ہے کہ مخالفوں اور عداوتوں کے بے شمار طوفان اپنے پھیڑوں کی بے پناہ شدت کے ساتھ جماعت احمدیہ کی تباہی و بربادی کے عزائم کے ساتھ لپکے۔ لیکن خلافت کی مضبوطی شان کے ساتھ مہر لگا کر ناپود ہو گئے۔ جماعت ایک کنجشک بے مایہ کی حیثیت سے اٹھ کر بڑے بڑے شاہینوں سے لڑا گئی۔ اور حدود و اسداد کو پھانسی ہوئی آفاق و انفاق تک جا پہنچی۔ اور یہ ہم بیٹا سے محروم لوگ ہی کہتے رہ گئے کہ خطر لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

حالانکہ اسلاف کا قلب و جگر تو صرف انہی کے مقصود میں تھا جو اسلاف کے سوت تھے اور اسلاف ہی کے نقوش قدم پر چلنے والے تھے۔ انہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے خلافت کی بنا استوار کی اور نظام خلافت کے ساتھ وابستہ تمام نعمتوں سے ان کو نوازا۔ وہ خلیفہ وقت کے اشارہ برو پر اٹھے اور خلیفہ وقت کی جنبش مرگاں پر بیٹھ گئے۔ فرزانگی کو بدل و دماغ سے جھٹک کر دیوانوں کی طرح اپنے امام کی ایک ہی آواز پر اپنی جیبوں کو الٹ دینے والے اور لاکھوں لاکھ روپے چشم زدن میں اپنے پیارے امام کے قدموں میں اشاعت اسلام و قرآن کے لئے ڈھیر کر دینے والے عا و جہ البصیرت اس یقین پر قائم ہو چکے ہیں کہ یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چل کر اس نظام تک پہنچا جا سکتا ہے جو عظمت اسلام اور تمکنت دین کا مقام ہے۔

۱۹۱۷ء تک خلافت کے دامن سے وابستہ رہنے والے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے بدقسمتی سے مغربی تعلیمات کے زیر اثر اور ذاتی اقتدار کی ہوس کے تحت انا خیرو منہ کانفرہ لگایا۔ اور اپنے آپ کو خلافت کی نعمت سے محروم کر لیا۔ انہوں نے بڑے بلند بانگ دعوے کئے تھے اور خلافت حقتہ کے خلاف بہت کچھ زبان درازی بھی کی تھی۔ لیکن ۵۹ سالہ تجربہ نے بتا دیا کہ ان کا قدم راستی سے جھٹک گیا تھا۔ اور آج جب کہ وہ اپنے ہی گھر میں منتشر و متفرق ہیں اور خلافت احمدیہ کی حامی جماعت ہر نئے دن ایک نئی ترقی کی بشارت سن رہی ہے۔ وہ لوگ زبان سے اقرار کریں یا نہ کریں لیکن یقیناً ان کے دلوں سے یہ آواز اُٹھ رہی ہوگی کہ

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا

ہم محو نالہ جبرس کاروان ہے

وہ ہمارے غلطی خوردہ بھائی ہیں۔ اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس طریق تجربہ سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ پھر سے دامن خلافت سے وابستہ ہو کر برکاتِ خلافت سے بہرہ ور ہوں۔

اللہم آمین



ہفت روزہ بدر قادیان

مورخہ ۲۲ ہجرت ۱۳۵۲ ش

ناخلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

نئے بڑے ہی پُر شوکت الفاظ میں خلافت کو اجتہادیت، تمکنت اور سلطوت اسلام کا ایک عظیم الشان ستون قرار دیا ہے۔ اور اس امر کو اپنے وعدہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے کہ اگر اہل اسلام غیر منترزل ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ اس حبیل اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں گے تو ان کے ہر قسم کے خوف کو امن اور طمانیت سے یوں تبدیل کر دیا جائے گا کہ گویا عدوان اسلام کا خوف خود ان سے خائف ہو جائے گا۔ یہ وعدہ کسی دنیاوی حکومت کی طرف سے نہیں تھا جو اپنے سیاسی مصالح کے تحت ہزار بار اپنے وعدوں سے منحرف ہو جایا کرتی ہے۔ اور حالات کا رخ پلٹتے ہی ان کے وعدے ان کی سیاسی خود غرضیوں کی تذر ہو جایا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ وعدہ اس آسمانی آقا کی طرف سے تھا جو اپنے وعدوں میں پکا ہے۔ اور ساری دنیا کے حالات کو اپنے وعدہ کے تابع کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

چنانچہ اسلام کے صدر اول میں جب تک واعظہ موا بحبل اللہ جمیعاً پر دل و جان سے عمل کرتے ہوئے اہل اسلام نے اپنی گردنوں کو اطاعتِ خداوندی کے لئے پوری طرح جھکاتے ہوئے دامن خلافت کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا تو تاریخ اسلام کے سنہری اوراق میں یہ حقیقت واضحی ہم مرقوم پاتے ہیں کہ اپنی قلت تعداد کے باوجود اہل اسلام نے اپنی اجتماعیت کی قوت سے خلفائے راشدین کی پُر عظمت قیادت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور مٹی بھر بے سرد سامان مسلمانوں نے صنادید عرب و عجم کے منہ پھیر دیئے۔

لیکن بد قسمتی سے خلفائے اربعہ کا بے مثال سنہری دور گزرنے کے ساتھ ہی ملوکیت در آئی۔ اور طالع آزمائوں نے صالحیت کے راستہ سے انحراف کر کے خلافت اسلامیہ کی آسمانی نعمتِ عظمیٰ کا دامن چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی رسی کو اوپر کھینچ لیا جو ان کی اجتماعیت اور قوت و شوکت کی ضامن تھی۔ اور یوں تسبیح کے سارے دانے منتشر ہو گئے۔ پھر صدیوں پھر صدیاں گزرتی چلی گئیں تا آنکہ تشقت و افتراق نے اسلامیان عالم کی ساری ہوا خارج کر دی۔ اور وہ تَذْهَب رَیْحَکُمْ کے انداز سے بھی کوئی سبق حاصل نہ کر سکے۔

چودھویں صدی ہجری میں جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق بدرِ کامل طلوع ہوا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جو اپنی گردن پر رکھ کر اور آستانہ الوہیت پر اپنے سر تیا کر جھکا کر اس نے فریاد کیا کہ

یا الہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا!

اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اُس بے پکار

تو آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کا جسم جوش میں آیا۔ اور حبیل اللہ پھر آسمان کے فرزندوں سے شکایا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی میدا کر وہ جماعت نے اُسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور جیہ پُت اپنا مشن نہایت کامیابی کے ساتھ پورا کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کی تیاری فرما رہے تھے تو آپ نے ایک طرف اپنی جماعت کو اپنے قریب وفات کی اطلاع دی اور دوسری طرف یہ بشارت دی کہ قدرتِ ثانیہ کے رنگِ میرِ خلافت اسلامیہ کی نعمتِ عظمیٰ تمہارے سپرد کی جائے گی۔ چنانچہ جماعت نے آپ کے وصال کے بعد آپ کی وصیت پر پوری طرح عمل پیرا ہوتے ہوئے حبیل اللہ کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور ترقیات کے دروازے کھل گئے اور جماعت خلافت کی قیادت میں بڑی تیزی کے ساتھ ملکوں ملکوں پھیلنے لگی۔

جماعت احمدیہ کے نفوذ کا یہی زمانہ تھا جب علامہ اقبال نے بڑے ہی حسرتناک لہجے میں کہا تھا کہ

ناخلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار!

لاکھیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے عین مطابق، لانے والے اسلاف کا قلب و جگر ڈھونڈ کر لاچکے

”میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعض اولیٰ ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے“

”سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو!“

خلافت احمدیہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی واضح پیشگوئی

”یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب کہ اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰهُ لَآ غَلِبَتْ اَنَا وَرُسُلِيْ۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو وہ دُنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اسکی تخم بریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اسکی پوری تکمیل اللہ کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو ظاہر ایک نامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکے ہیں تو پھر ایک دُور ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناممکن تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دوسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور اُن کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادینہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی ملے غم کے یوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہونے ہونے تمام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَكَيْمَكِنَتَ لَهْمُ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَيَسْبَدَ لَتْهْمُ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم اُن کے پیر جمادیں گے ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں اُن کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ تورات میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک اُن میں سے مُرتد بھی ہو گیا۔

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے نامخالفوں کی دُوجھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھائے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غلگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دُنیا کے آخری دن ہیں۔ اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دُنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو اور چاہیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دُعا میں لگے رہیں۔ تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو۔ اور تمہیں دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔“ (الوصیۃ صفحہ ۶ تا ۸)

خلافت راشدہ کے سات امتیازات

سَيِّدَنَا حَضَرَتْ خَلِيفَةُ الْمَسِيحِ الثَّانِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَقَدَمِ

”اسلام میں خلافت راشدہ کے محسوسی امتیازات سات ہیں :-

اول۔ انتخاب :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ اَنْ تُوَدَّ وَ الْاَمْنَتِ اِلٰى اَهْلِهَا۔ یہاں امانت کا لفظ ہے لیکن ذکر چونکہ حکومت کا ہے اس لئے امانت سے مراد امانت حکومت ہے۔ آگے طریق انتخاب مسلمانوں پر چھوڑ دیا چونکہ خلافت اس وقت سیاسی تھی مگر اس کے ساتھ مذہبی بھی اس لئے دین کے قائم ہونے تک اس وقت کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انتخاب صحابہ کریں کہ وہ دین اور دیندار کو بہتر سمجھتے تھے ورنہ ہر زمانہ کیلئے طریق انتخاب الگ ہو سکتا ہے۔ اگر خلافت صحابہ کے بعد چلتی تو اس پر بھی غور ہو جاتا کہ صحابہ کے بعد انتخاب کس طرح ہوا کرے۔ بہر حال خلافت انتخابی ہے۔ اور انتخاب کے طریق کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے۔

دوم۔ شریعت :- خلیفہ پر اوپر سے شریعت کا دباؤ ہے۔ وہ مشورہ کو رد کر سکتا ہے مگر شریعت کو رد نہیں کر سکتا۔ گویا وہ کانسٹی ٹیوشنل ہیڈ ہے، آزاد نہیں۔

سوم۔ شعوری :- اوپر کے دباؤ کے علاوہ نیچے کا دباؤ بھی اس پر یعنی اُسے تمام اہم امور میں مشورہ لینا اور جہاں تک ہو سکے اسکے ماتحت چلتا شعوری ہے۔ **چہارم۔ اندرونی دباؤ یعنی اخلاقی :-** علاوہ شریعت اور شعوری کے اس پر نگران اس کا وجود بھی ہے کیونکہ وہ مذہبی رہنما بھی ہے اور نمازوں کا امام بھی۔ اس وجہ سے اس کا دماغی اور شعوری دباؤ اور نگرانی بھی اُسے راست پر چلانے والا ہے جو خاص سیاسی، منتخب یا غیر منتخب حاکم پر نہیں ہوتا۔ **پنجم۔ مساوات :-** خلیفہ اسلامی انسانی حقوق میں وی ہے جو دنیا میں کسی اور حاکم کو حاصل نہیں۔ وہ اپنے حقوق عدالت کے ذریعہ سے لے سکتا ہے۔ اور اس سے بھی حقوق عدالت کے ذریعہ سے لئے جاسکتے ہیں۔

ششم۔ عصمت صغریٰ :- عصمت صغریٰ اسے حاصل ہے یعنی اسے مذہبی شین کا پُرزہ قرار دیا گیا ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے اُسے بچایا جائیگا جو تباہ کن ہوں اور خاص خطرات میں اسکی پالیسی کی اللہ تعالیٰ تائید کریگا۔ اور اُسے دشمنوں پر فتح دیگا۔ گویا وہ مؤید من اللہ ہے اور دوسرا کسی قسم کا حاکم اس میں اس کا شریک نہیں۔

ہفتم۔ وہ سیاسیات سے بالا ہوتا ہے اس لئے اس کا کسی پارٹی سے تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لئے کسی پارٹی میں شامل ہونا یا اس کی طرف مائل ہونا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ یعنی جب ایسے شخص کا انتخاب ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ کامل انصاف سے فیصلہ کرے۔ کسی ایک طرف خواہ شخصی ہو یا قومی ہونہ چکے۔

(بشکرتہ "الفرقان" ربوہ۔ مئی ۱۹۶۷ء)

کچھ نیکوئی سمجھی ہوئی تھی وہ بائیں طرف سے دائیں طرف کو نہیں لکھی ہوئی تھی بلکہ دائیں طرف سے بائیں طرف کو لکھی ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی اس سے بڑا رہا تھا۔ گو وہ خراب ہی لکھی ہوئی تھی اور الفاظ، صحیح نہیں تھے۔ بہر حال کچھ نہ کچھ پڑھ لیا تھا۔ اس میں سے ایک فقرہ کے الفاظ قریباً یہ تھے کہ *There were two reasons for it. Their temperament becoming* (1) *Morbid and* (2) *Anarchical* یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ مسلمانوں پر کیوں تباہی آئی۔ اس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ خرابی جو مسلمانوں میں پیدا ہوئی اس کی دو یہ تھی کہ مسلمانوں کی طبائع میں

دو قسم کی خرابیاں

پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک یہ کہ وہ ماربد (Morbid) ہو گئے تھے یعنی اُن نیچرل (Innatural) درناخ شکار ہو گئے تھے۔ اور دوسرے اُن کی ٹنڈنسز (Tendencies) انارکیکل (Anarchic) ہو گئی تھیں۔ میں نے سوچا کہ واقعہ میں یہ دونوں باتیں صحیح ہیں مسلمانوں نے یہ تباہی خود اپنے ہاتھوں مول لی تھی۔ ماربد (Morbid) کے لحاظ سے یہ تباہی اس لئے واقع ہوئی کہ جو ترقیات انہیں ملیں وہ اسلام کی خاطر ملی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملی تھیں۔ ان کی ذاتی کمائی نہیں تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ والوں کی ایسی حالت تھی کہ لوگوں میں انہیں کوئی عزت حاصل نہیں تھی۔ لوگ صرف مجاہد سمجھ کر ادب کیا کرتے تھے۔ اگرچہ وہ غیر قوموں میں جاتے تھے تو وہ بھی ان کی مجاہد یا زیادہ سے زیادہ تاجر سمجھ کر عزت کرتی تھیں۔ وہ انہیں کوئی حکومت قرار نہیں دیتی تھیں۔ اور پھر ان کی حیثیت اتنی کمزور سمجھی جاتی تھی کہ دوسری حکومتیں ان سے جبڑا ٹیکس وصول کرنا جانتے سمجھتی تھیں۔ جیسے مین کے بادشاہ نے مکہ پر حملہ کیا جس کا قرآن کریم نے اصحاب الفیل کے نام سے ذکر کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو تیرہ سال تک آپ مکہ میں رہے۔ اس عرصہ میں چند سو آدمی آپ پر ایمان لائے۔ ۱۳ سال کے بعد آپ نے ہجرت کی۔ اور

ہجرت کے آٹھویں سال ساراعرب

ایک نظام کے ماتے آگیا۔ اور اس کے بعد اُسے ایک ایسی طاقت اور قوت حاصل ہو گئی کہ اس سے بڑی بڑی حکومتیں ڈرنے لگیں۔ اس وقت دنیا حکومت کے لحاظ سے دو بڑے حصوں میں تقسیم تھی۔ اول۔ رومی سلطنت۔ دوم۔ ایرانی سلطنت۔ رومی سلطنت کے ماتحت مشرقی یورپ۔ ترکی۔ ایسے سینیا۔ یونان۔ مصر

شام اور انادولیا تھا۔ اور ایرانی سلطنت کے ماتحت عراق۔ ایران۔ رشین ٹری ٹوری کے بہت سے علاقے، افغانستان ہندوستان کے بعض علاقے اور چین کے بعض علاقے تھے۔ اس وقت ہی دو بڑی حکومتیں تھیں۔ ان کے سامنے عرب کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ لیکن ہجرت کے آٹھویں سال بعد ساراعرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو گیا۔ اس کے بعد جب سرحدوں پر عیسائی قبائل نے شہرارت کی تو پہلے آپ خود وہاں تشریف لے گئے اس کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے فتنہ مچ گیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ بعد قبائل نے پھر شہرارت شروع کی تو آپ نے ان کی سرکوبی کے لئے لشکر بھیجا۔ اس لشکر نے بہت سے قبائل کو سرزنش کی۔ اور بہتوں کو معاہدہ سے تابع کیا۔ پھر آپ کی وفات کے بعد اڑھائی سال کے عرصہ میں

ساراعرب اسلامی حکومت کے ماتحت آگیا

بلکہ یہ حکومت عرب سے نکلی کہ دوسرے علاقوں میں بھی پھیلنے شروع ہوئی۔ فتح مکہ کے پانچ سال کے بعد ایرانی حکومت پر حملہ ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعض علاقوں پر قبضہ بھی کر لیا گیا تھا۔ اور چند سالوں میں رومی سلطنت اور دوسری سب حکومتیں تباہ ہو گئی تھیں۔ اتنی بڑی فتح اور اتنے عظیم الشان تغیر کی مثال تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی تاریخ میں صرف یوں کی ایک مثال ملتی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی طاقت نہیں تھی جو تعداد اور قوت میں اس سے زیادہ ہو جرمن کا ملک تھا مگر وہ اس وقت ۴ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم تھا۔ اس طرح اس کی تمام طاقت منتشر تھی۔ ایک مشہور امریکن پریذیڈنٹ سے کسی نے پوچھا کہ جرمن کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ تو اس نے کہا ایک شیر ہے۔ دو تین لومڑ ہیں اور کچھ چوہے ہیں۔ شیر سے مراد رشینا تھا۔ لومڑ سے مراد دوسری حکومتیں اور چوہوں سے مراد جرمن تھے گویا جرمن اس وقت ٹکڑے ٹکڑے تھے۔ اس ایک بڑی طاقت تھی۔ مگر وہ روس کے ساتھ ٹکرایا اور وہاں سے ناکام لوٹا۔ اس طرح انگلستان کو بھی فتح نہ کر سکا۔ اور انجام اس کا یہ ہوا کہ وہ قید ہو گیا۔ پھر دوسرا بڑا شخص ہٹلر آیا۔ نہ دو بڑے آدمی دو ملکوں میں ہوئے۔ ہٹلر اور موسولینی دونوں نے بے شک ترقیات حاصل کیں۔ لیکن دونوں کا انجام شکست ہوا۔ مسلمانوں میں سے جس نے یکدم بڑی حکومت حاصل کی وہ تیمور تھا۔ اس کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ بے شک دنیا کے کناروں تک گیا لیکن وہ اپنے اس مقصد کو کہ ساری دنیا فتح کرے پورا نہ کر سکا۔ مثلاً وہ چین کو تابع کرنا چاہتا تھا۔ لیکن تابع نہ کر سکا۔ اور جب وہ مرنے لگا تو اس نے کہا میرے سامنے انسانوں کی ہڈیوں کے ڈھیر ہیں جو مجھے طاقت کر رہے ہیں۔ پس صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہی آدم سے لے کر اب تک ایسے گزرے ہیں جنہوں نے فرد واحد سے ترقی کی۔ تھوڑے سے عرصہ میں ہی سارے عرب کو تابع فرمان کر لیا۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک خلیفہ نے ایک بہت بڑی حکومت کو توڑ دیا۔ اور باقی علاقے آپ کے دوسرے خلیفہ نے فتح کر لئے۔

یہ تغیر جو واقع ہوا

خدائی تھا۔ کسی انسان کا کام نہیں تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مکہ میں پہنچی تو ایک مجلس میں حضرت ابو بکر کے والد ابو قحافہ بھی بیٹھے تھے۔ جب پیغامبر نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو سب لوگوں پر غم کی کیفیت طاری ہو گئی اور سب نے یہی سمجھا کہ اب ملکی حالات کے ماتحت اسلام پر اگندہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے کہا اب کیا ہوگا۔ پیغامبر نے کہا آپ کی وفات کے بعد حکومت قائم ہو گئی ہے۔ اور ایک شخص کو خلیفہ بنالیا گیا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کون خلیفہ مقرر ہوا ہے؟ پیغامبر نے کہا ابو بکرؓ۔ ابو قحافہ نے حیران ہو کر پوچھا کون ابو بکرؓ؟ کیونکہ وہ اپنے خاندان کی حیثیت کو سمجھتے تھے اور اس حیثیت کے لحاظ سے وہ خیال بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اُن کے بیٹے کو ساراعرب بادشاہ تسلیم کر لے گا۔ پیغامبر نے کہا، ابو بکرؓ جو فلاں قبیلہ سے ہے۔ ابو قحافہ نے کہا وہ کس خاندان سے ہے؟ پیغامبر نے کہا فلاں خاندان سے۔ اس پر ابو قحافہ نے دوبارہ دریافت کیا، وہ کس کا بیٹا ہے؟ پیغامبر نے کہا، ابو قحافہ کا بیٹا۔ اس پر ابو قحافہ نے دوبارہ کلمہ پڑھا اور کہا، آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی تھے۔ ابو قحافہ پہلے صرف نام کے طور پر مسلمان تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے کچے دل سے سمجھ لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں راستباز تھے۔ کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کی خاندانی حیثیت ایسی نہ تھی کہ سارے عرب سے آپ کو مان لیتے یہ الہی دین تھی مگر بعد میں

مسلمانوں کی ذہنیت ایسی بگڑی

کہ انہوں نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ یہ فتوحات ہم نے اپنی طاقت سے حاصل کی ہیں کسی نے کہنا شروع کیا کہ عرب کی اصل طاقت بنو امیہ ہیں۔ اس لئے خلافت کا حق ان کا ہے۔ کسی نے کہا، بنو ہاشم عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا، بنو مطلب عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا، خلافت کے زیادہ حقدار انصار ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ گویا تھوڑے ہی سالوں میں مسلمان

ماربد (Morbid) ہو گئے اور ان کے دماغ بگڑ گئے۔ ان میں سے ہر قبیلہ نے یہ کوشش کی کہ وہ خلافت کو بزرگ حاصل کر لے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت ختم ہو گئی۔

پھر مسلمانوں کے بگڑنے کا دوسرا سبب انارکی تھی۔ اسلام نے سب میں مساوات کی روح قائم کی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے یہ نہ سمجھا کہ مساوات پیدا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک آرگنائزیشن ہو۔ اس کے بغیر مساوات قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلام آیا ہی اس لئے تھا کہ وہ ایک آرگنائزیشن اور ڈسپلن قائم کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی کہ یہ ڈسپلن ظالمانہ نہ ہو۔ اور افراد اپنے نفسوں کو دبا کر رکھیں تاکہ قوم جیتے لیکن چند ہی سال میں مسلمانوں میں یہ سوال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ خزانے ہمارے ہیں اور اگر حکام نے ان کے راستے میں کوئی روک ڈالی تو انہوں نے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

یہ وہ روح تھی

جس نے مسلمانوں کو خراب کیا۔ انہیں یہ سمجھا چاہئے تھا کہ یہ حکومت الہیہ ہے اور اسے خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ اس لئے اسے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ نور میں فرماتا ہے کہ خلیفہ تم بنائے گئے۔ لیکن مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ خلیفہ ہم نے بنائے ہیں۔ اور جب انہوں نے یہ سمجھا کہ خلیفہ ہم نے بنائے ہیں تو خدا تعالیٰ نے کہا۔ اچھا اگر خلیفہ تم نے بنائے ہیں تو اب تم ہی بناؤ۔ چنانچہ ایک وقت تک تو وہ یہلوں کا مارا ہوا شکار یعنی حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا مارا ہوا شکار کھاتے رہے۔ لیکن مارا ہوا شکار ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ زندہ بکرا زندہ بکری زندہ مرغ اور زندہ مرغیاں تو ہمیشہ گوشت اور اندھے کھلائیں گے لیکن ذبح کی ہوئی بکری یا مرغی زیادہ دیر تک نہیں جا سکتی۔ کچھ وقت کے بعد وہ خراب ہو جائے گی۔ حضرت ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کے زمانہ میں مسلمان تازہ گوشت کھاتے تھے۔ لیکن بعد وفاتی سے انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ چیز ہماری ہے اس طرح انہوں نے اپنی

زندگی کی روح

کو ختم کر دیا۔ اور مرغیاں اور بکریاں مردہ ہو گئیں آخر تم ایک ذبح کی ہوئی بکری کو تھوڑے دن کھا لو گے۔ ایک بکری میں دس بارہ بیر یا پیس تیس بیر گوشت ہوگا۔ اور آخر وہ ختم ہو جائے گا۔ پس وہ بکریاں مردہ ہو گئیں۔ اور مسلمانوں نے کھانہ کی انہیں ختم کر دیا۔ پھر وہی حال ہوا کہ "ہتھ پرانے کھونستے بسنے ہو رہی آئے" وہ ہر جگہ ذیل ہونے شروع ہوئے۔ انہیں باریں پڑیں اور خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا۔

ہی ہیں۔ مگر اس جگہ اس تفصیل کی گنجائش نہیں

خلافت کی برکات

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے خلافت کا نظام ایک بہت ہی مبارک نظام ہے جس کے لیے آفتاب نبوت کے ظاہری غروب کے بعد اللہ تعالیٰ مانتاب نبوت کے طلوع کا انتظام فرماتا ہے۔ اور الہی جماعت کو اس دھکے کے اثرات سے بچا لیتا ہے۔ جو نبی کی وفات کے بعد نوزائیدہ جماعت پر ایک بھاری مصیبت کے طور پر وارد ہوتا ہے۔ نبی کا کام جیسا کہ قرآن شریف کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے تبلیغ ہدایت کے ساتھ مومنوں کی جماعت کی دینی تعلیم ان کی روحانی و اخلاقی تربیت اور ان کی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے اور یہ سارے کام نبی کی وفات کے بعد خلیفہ وقت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جس کا وجود جماعت کو انتشار سے بچا کر انہیں ایک مضبوط لڑائی میں پرفٹ رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کا وجود جماعت کے لئے محبت اور خلاص کے تعلقات کا روحانی مرکز ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ اتحاد اور یکجہتی اور باہمی تعاون کا زرین سبق دیتے ہیں اور خلیفہ کا وجود اس دوسرے وفا کو جاری اور تازہ رکھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے وجود کو جو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے خلیفہ کے وجود کے ساتھ لازم و ملزوم ہے، ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اور اسے انتہائی اہمیت دی ہے۔ اور جماعت میں انتشار پیدا کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

مَنْ شَدَّ شِدَّتِي فِي السَّارِ

یعنی جو شخص جماعت سے کٹا اور اس کے اندر تفرق پیدا کرتا ہے وہ اپنے لئے آگ کا رستہ کھوتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں

عَلَيْكَ كُفْرٌ بِمُسْتَتِيٍّ وَمُسْتَتَاؤُهُ

الْخُلَفَاءُ السَّاهِدِينَ

یعنی اسے مسلمانوں کا تم پر تمام دینی امور میں میری سنت پر عمل کرنا اور میرے بعد میرے خلفاء کے زمانہ میں ان کی سنت پر عمل کرنا بھی واجب ہوگا کیونکہ وہ خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں گے۔ پس خلافت کا نظام ایک نہایت ہی بابرکت نظام ہے جس کے ذریعہ جماعتی اتحاد اور مرکزیت کے علاوہ جس کی ہر نوزائیدہ جماعت کو بھاری ضرورت ہوتی ہے۔ نبوت کا نور جماعت کے سر پر جلوہ افروز رہتا ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی برکت ہے۔

خلافت کے اختیارات

اگلا سوال خلافت کے اختیارات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سوال کے جواب کے سمجھنے کے لئے بنیادی نکتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خلافت ایک روحانی نظام ہے۔ جس میں حکومت کا حق اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ اور چونکہ خلافت کا نظام

نظم ہوں گے۔ ان حوالوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ گو بظاہر خلافت کے تقرر میں مومنوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ لیکن حقیقتاً تقدیر خدا کی چلتی ہے۔

خلافت کی علامات

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلافت کی علامات کیا ہیں جس سے ایک نئے خلیفہ کو شناخت کیا جاسکے؟ سو جاننا چاہیے کہ جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ برحق کی دو بڑی علامات ہیں۔ ایک علامت وہ ہے جو سورہ نور کی آیت استخلاف میں بیان کی گئی ہے یعنی

لَيَمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

یعنی ”نئے خلفاء کے ذریعہ خدا تعالیٰ دین کی مضبوطی کا سامان پیدا کرتا ہے۔ اور مومنوں کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیتا ہے۔ یہ خلفاء صرف میری ہی عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے۔“ پس جس طرح ہر درخت اپنے ظاہری پھل سے پہچانا جاتا ہے

ایسی طرح نبی عظیم اپنے اس روحانی پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جس کی ذلت کے ساتھ ازل سے تقدیر ہو چکا ہے۔ دوسری علامت حدیث میں بیان کی گئی ہے جو یہ ہے کہ استثنائی حالات کو چھوڑ کر ہر خلیفہ کا انتخاب مومنوں کی اتفاق رائے یا اکثریت رائے سے ہونا چاہیے۔ کیونکہ

گو حقیقتاً تقدیر خدا کی چلتی ہے مگر خدا نے اپنی حکیمانہ تدبیر کے ماتحت خلفاء کے تقرر میں بظاہر مومنوں کی رائے کا بھی دخل رکھا ہوا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

يُدْفَعُ اللَّهُ وَيَأْتِي الْمُؤْمِنُونَ

یعنی نہ تو خدائی تقدیر ابو بکرؓ کے سوا کسی اور کو خلیفہ بننے دے گا اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کی خلافت پر راضی ہوگی۔ پس ہر خلیفہ برحق کی یہ دوسری علامت ہے کہ (۱) وہ مومنوں کے انتخاب سے قائم ہو اور (۲) خدا تعالیٰ نے اپنے فعل سے اس کی نصرت اور تائید میں کھڑا ہو جائے اور اس کے ذریعہ دین کو تکمیل پہنچے۔ اس کے سوا بعض اور علامتیں

اسلام میں خلافت کا نظام

وَقَمَّ شَرُّهُ مُحَمَّدٌ كَسَيِّدِي حَضْرَتِ مِرْزَا اَبِي اَحْمَد ضَا اِيْمَ لِي رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

اسے خدا تعالیٰ خلفاء کے ذریعہ اس حد تک مکمل کو پہنچانے کا انتظام فرماتا ہے کہ وہ ابتدائی خطرات سے محفوظ ہو کر ایک مضبوط پودے کی صورت اختیار کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت کا نظام دراصل نبوت کے نظام کی فرع اور اس کا مکمل ہے۔ اس لئے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں فرماتے ہیں کہ ہر نبوت کے بعد خلافت کا نظام قائم ہوتا ہے۔

خلافت کا قیام

چونکہ خلافت کا نظام نبوت کے نظام کی فرع اور اس کا مکمل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام کو نبوت کی طرح اپنے ہاتھ میں رکھا ہے تاکہ خدا کے عہد میں جو شخص بھی حاضر اوقت لوگوں میں سے اس کو بھوکھا اٹھانے کے لئے سب سے زیادہ دوزن ہو وہی مسند خلافت پر متمکن ہو سکے۔ البتہ چونکہ نبی کی بعثت کے بعد مومنوں کی ایک جماعت وجود میں آچکی ہوتی ہے اور وہ نبوت کے فیض سے تربیت یافتہ بھی ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ خلافت کے انتخاب میں مومنوں کو بھی حصہ دار بنا دیتا ہے۔ تاکہ وہ اس کی اطاعت بجالانے اور اس کے ساتھ تعاون کرنے میں زیادہ مشرک صدر محسوس کریں۔ اس طرح خلیفہ کا انتخاب ایک عجیب و غریب مخلوط قسم کا رنگ رکھتا ہے کہ بظاہر مومن انتخاب کرتے ہیں مگر حقیقتاً خدا کی تقدیر پوری ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ مومنوں کے دلوں پر تصرف فرما کر ان کی رائے کو اہل شخص کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں ہر جگہ خلفاء کے تقرر کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ تنفیض میں بنانا ہوا۔ اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نصرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق حدیث میں فرماتے ہیں کہ میرے بعد خدا اور مومنوں کی جماعت ابو بکرؓ کے سوا کسی اور شخص کی خلافت پر راضی نہیں ہوں گے۔ اور نہ سرسبز مسیح موعود علیہ السلام نے بھی رسالہ الوصیت میں یہی نکتہ بیان فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے خود حضرت ابو بکرؓ کو کھڑا کر کے مسلمانوں کی گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی مثال پر خود اپنے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو خدا کی دوسری قدرت کا

خلافت کا مضمون موٹے طور پر مندرجہ ذیل شاخوں میں تقسیم شدہ ہے۔

(۱) خلافت کی تعریف (۲) خلافت کی ضرورت (۳) خلافت کا قیام (۴) خلافت کی علامات (۵) خلافت کے اختیارات (۶) خلافت سے عزل کا سوال اور (۷) خلافت کا زمانہ۔ میں ان سب کے متعلق مختصر فقرات میں جواب دینے کی کوشش کر دوں گا۔ واللہ

الموفق والمستعان۔

خلافت کی تعریف

سب سے اول نمبر پر خلافت کی تعریف کا سوال ہے۔ یعنی کہ خلافت سے مراد کیا ہے۔ اور نظام خلافت کس چیز کا نام ہے؟ سو جاننا چاہیے کہ خلافت ایک عربی لفظ ہے جس کے لغوی معنی کسی کے پیچھے سے یا کسی کا قائم مقام بننے یا کسی کا نائب ہو کر اس کی نیابت کے فرائض سرانجام دینے کے ہیں۔ اور اصطلاحی طور پر خلیفہ کا لفظ مومنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اول

وہ ربانی مصلح جو خدا کی طرف سے دنیا میں کسی اصلاحی کام کے لئے مامور ہو کر مبعوث کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس معنی میں تمام انبیاء اور رسول خلیفہ اللہ کے کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نائب ہونے کا حیثیت پر کام کرتے ہیں اور انہی مومنوں میں قرآن شریف نے حضرت آدمؑ اور حضرت

داؤدؑ کو ”خلیفہ“ نام سے یاد کیا ہے۔ دوسم وہ برگزیدہ شخص جو کسی نبی یا روحانی مصلح کی وفات کے بعد اس کے کام کی تکمیل کے لئے اس کا قائم مقام اور اس کی جماعت کا امام بناتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما خلیفہ بنے۔

خلافت کی ضرورت

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

دوسرا سوال خلافت کی ضرورت کا ہے یعنی نظام خلافت کی ضرورت کس غرض سے پیش آتی ہے؟ سو اس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کام حکمت و دانائی کے ماتحت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے قانون طبعی کے ماتحت انسان کا وجود ہے لیکن اصلاح کا کام لمبے زمانہ کی نگرانی اور تربیت چاہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے نبوت کے بعد خلافت کا نظام مقرر فرمایا ہے تاکہ نبی کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ اس کے کام کی تکمیل ہو سکے۔ گویا جو شخص نبی کے ذریعہ بویا جاتا ہے

نبوت کے نظام کی فرع ہے۔ اور دوسری طرف شریعت ہیٹھ کے لئے مکمل ہو چکی ہے اس لئے جس طرح شریعت کے مصلوہ کے اندر اندر نبوت کے خیر و وسیع ہیں اسی طرح شریعت و سنت نبوت کی حدود کے اندر اندر خلافت کے اختیارات بھی وسیع ہیں۔ یعنی ایک خلیفہ اسلامی شریعت کی حدود کے اندر اندر اور اپنے نئے مقبوع کی سنت کے تابع رہتے ہوئے اپنی جماعت کے نظم و نسق میں وسیع اختیارات رکھتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے جمہوریت زدہ نوجوان اس بات پر حیران ہوتے ہیں کہ ایک واحد شخص کے اختیارات کو اتنی وسعت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن انہیں سوچنا چاہیے کہ اول تو خلافت کسی جمہوری اور دنیوی نظام کا حصہ نہیں بلکہ روحانی اور دینی نظام کا حصہ ہے جس کا حق خدا تعالیٰ کے ازل ہی حق کا حصہ بن کر اُس پر سے نیچے کو آتا ہے۔ اور خدا کا سایہ خلفاء کے سر پر رہتا ہے۔ دوسرے جب ایک خلیفہ کے لئے شریعت کی اتنی حدود معین ہیں اور نئی مقبوع کی سنت کی چار دیواری بھی موجود ہے تو ان عسوس قیود کے ماتحت اس کے اختیارات کی وسعت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ نبی کے بعد خلیفہ کا وجود یقیناً ایک نبوت اور رحمت ہے اور رحمت کی وسعت بہر حال برکت کا موجب ہوتی ہے نہ کہ اعتراض کا۔ بایں ہمہ اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ چونکہ خلیفہ کے انتخاب میں بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اسی لئے اُسے تمام اہم امور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرنا چاہیے۔ بے شک وہ اس بات کا پابند نہیں کہ لوگوں کے مشورہ کو ہر صورت میں قبول کرے لیکن وہ مشورہ حاصل کرنے کا ضرور پابند ہے۔ تاکہ اس طرح ایک طرف تو جماعت میں فطی اور دینی سیاست کی تربیت کا کام جاری رہے اور دوسری طرف عام کاموں میں مشورہ قبول کرنے سے جماعت میں زیادہ بشاشت کی کیفیت پیدا ہو۔ لیکن خاص حالات میں وَ اِذَا عَصَوْا مَتَّ فَوَکَلْ عَلٰی اللّٰہِ کامقام بھی قائم رہے۔ یہ ایک بہت لطیف فلسفہ ہے۔ وَلٰکِنْ تَلٰی مَا یَتَفَكَّرُوْنَ۔

خلافت کے عزل کا سوال

جن لوگوں نے خلافت کے مقام کو نہیں سمجھا۔ وہ بعض اوقات اپنی نادانی سے خلیفہ کے عزل کے سوال میں الجھنے لگتے ہیں۔ وہ دنیا کے جمہوری نظاموں کی طرح خلافت کو بھی ایک دنیوی نظام خیال کر کے حسب ضرورت خلیفہ کے عزل کا رستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک انتہا درجہ کی جہالت کا خیال ہے جو خلافت کے حقیقی مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ حتیٰ یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ خلافت ایک روحانی نظام ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف کے ماتحت نبوت کے تتمہ اور مکمل کے طور پر قائم کیا

جاتا ہے اور گو اس میں مصلحت الہی سے بظاہر لوگوں کی رائے کا بھی دخل ہوتا ہے۔ مگر حقیقت وہ خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے ماتحت قائم ہوتا ہے۔ اور پھر وہ ایک اعلیٰ درجہ کا الہی انعام بھی ہے۔ پس اس کے متعلق کسی صورت میں عزل کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت عثمانؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”خدا تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ مگر منافق لوگ اُسے اُتارنا چاہیں گے لیکن تم اُسے ہرگز نہ اُتارنا۔“ اس

مختصر ارشاد میں خلافت کے بابرکت قیام اور عزل کی ناپاک تحریک کا سارا فلسفہ آجاتا ہے۔ پھر نادان لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اگر باوجود اس کے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس کے عزل کا سوال اٹھ سکتا ہے تو پھر فرمودہ اللہ ایک نبی کے عزل کا سوال کیوں نہیں اٹھ سکتا؟ پس سخی یہی ہے کہ خلفاء کے عزل کا سوال بالکل خارج از بحث ہے۔ اور انبیاء کی طرح ان کے مزعومہ عزل کی ایک ہی صورت ہے کہ خدا انہیں موت کے ذریعہ دنیا سے اٹھالے۔ ثوب یاد رکھو کہ خلافت کے عزل کا سوالی خلافت کے قیام کی فرع ہے نہ کہ ایک مستقل سوال۔ پس اگر یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ خدا جانتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں اس نے بار بار اعلان فرمایا ہے اور جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں صراحت فرمائی ہے تو عزل کا سوال کس سچے مومن کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلام تو اس ضبط و نظم کا مذہب ہے کہ اس کے دنیوی حکمرانوں کے متعلق بھی جو محض لوگوں کی رائے سے یا درجہ کی صورت میں قائم ہوتے ہیں تعلیم دی ہے کہ ان کے خلاف سر اٹھانے اور ان کے عزل کی کوشش کرنے کے درپے نہ ہو۔ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَّاحًا۔ دوسرے اس کے کہ تم ان کے رویہ میں خدائی قانون کی صریح بغاوت پاؤ تو کیا وہ خدا کے بنائے ہوئے خلفاء اور نبی کے مقدس جانشینوں کے متعلق عزل کی اجازت دے سکتا ہے؟

خلافت کا زمانہ

بالآخر اس بحث میں خلافت کے زمانہ کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ جس کا جواب ہے کہ جب خلافت خدا کا ایک انعام ہے اور وہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے آتی ہے تو لازماً اس کے قیام کی دو ہی شرطیں بھی جائیں گی۔ اول یہ کہ خدا سے حکیم و عظیم کے علم میں مومنوں کی جماعت میں اس کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہوں۔ اور

دوسرے یہ کہ نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے اس کی ضرورت باقی ہو۔ اور چونکہ یہ دونوں باتیں خدا تعالیٰ کے مخصوص علم سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے کسی دور میں خلافت کے زمانہ کا علم بھی صرف خدا کو ہی ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نبوت کے متعلق فرماتا ہے

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رَسَالَتَهٗ۔

یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس کے سپرد کرے گا؟ اور چونکہ خلافت کا نظام بھی نبوت کے نظام کی فرع ہے اس لئے اس کے لئے بھی یہی قانون نافذ سمجھا جائے گا جو اس لطیف آیت میں نبوت کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اب چونکہ حَیْثُ کا لفظ جو اس آیت میں رکھا گیا ہے، عربی زبان میں ظرف مکان اور ظرف زمانہ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس آیت کے مکمل معنی یہ بنیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس بات کو بہتر جانتا ہے کہ نبوت اور اس کی اتباع میں خلافت پر کسی شخص کو فائز

کرے۔ اور پھر کس عرصہ تک۔ کے لئے اس انعام کو جاری رکھے؟ پس جب تک کسی اپنی جماعت میں خلافت کی اہلیت رکھنے والے لوگ موجود رہیں گے۔ اور پھر جب تک خدا کے علم میں کسی اپنی جماعت کے لئے نبوت کے کام کی تکمیل اور اس کی تعمیری کے نشوونما کی ضرورت باقی رہے گی۔ خلافت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اگر کسی وقت ظاہری اور تنظیمی خلافت کا دور دے گا تو اس کے مقابل پر اسلام کی خدمت کے لئے روحانی خلافت کا دور ابھر آئے گا۔ اور اس طرح انشاء اللہ اسلام کے باغ پر کبھی دائمی خیزان کا غلبہ نہیں ہوگا۔ وَ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ دِلَاوَلِ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَظِیْمِ۔

خاکسار

راقیہ

مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

۲۴-۲-۵۲

بقائے عزتِ انساں خلافت کی بقا پر ہے

انہما مکرمہ جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایمر۔ لے

نہ بھن مدعا پر ہے نہ شان ارتقا پر ہے

بقائے عزتِ انساں خلافت کی بقا پر ہے

خلافت کشتیِ ملت کی اُمیدوں کا یارا ہے

جو سچ پوچھو تو یہ ملت کا اک واحد سہارا ہے

نہ جب تک کارواں میں ہو امام کارواں کوئی

نہیں ہوتا کسی کا اس جہاں میں پاسباں کوئی

گلی جشاخ گل پر ہو تو کھل کر پھول ہوتی ہے

ہو جڑ سے ربط قائم تو دعا مقبول ہوتی ہے

پر آگندہ اگر ہو آتشِ ایساں کی چنگاری

”نہ تیری ضرب، کاری۔ نہ میری ضرب، کاری“

نہ ہو گے ربطِ باہم۔ انجمن اس کو نہیں کہتے

کہیں گل ہو کہیں لالہ۔ چمن اس کو نہیں کہتے

خلافت کیا ہے خود نور خدا کا جلوہ گر ہونا

بشر کا بزمِ موجودات میں خیر البشر ہونا



از محترم مولانا ابو العلاء صاحب فاضل

نبوت اور خلافت کی حقیقت

خدائی بادشاہت کی دو بحلیاں اور روحانی گاڑی کے دو پہیے

نبی کی بعثت اور مہمانِ مخالفت

جب دنیا ظلمت کدہ بن جاتی ہے اور انسان فی قلب تیرہ دنار یک ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دنیا کو لقمہ نور بنانے اور انسان کے دلوں کو منور کرنے کے لئے انتخابِ حقیقت یعنی اپنے کسی برگزیدہ نبی اور رسول کو مبعوث فرماتا ہے۔ نبی کی آمد سے انسان فی بحیم میں ایک سہجان پیدا ہو جاتا ہے اور عام لوگ اس کی مخالفت پر مکرستہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے نور کو منہ کی چھوٹوں سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدعیانِ علم اپنے علوم کے باعث مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور دنیوی رجحان اور فسادانی عظمت کے پرستار اپنے عز و رک کے باعث نبی کے وجود کے درپے آزاد ہو جاتے ہیں۔ بہر حال ایک زبردست طوفان برپا ہو جاتا ہے اور ایک معرکہ حق و باطل قائم ہوتا ہے۔

اولیٰ مومنوں کا مانند چیلان بیان

آسمانی انوار کی شعاعیں مستقرِ قلوب تک پہنچتی ہیں۔ اور یہاں اور وہاں ایسے روحانی انسان کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنا سب کچھ خدا کے فرستادہ کے مشن کے لئے قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اولیٰ صحابہ ایک خاص فرائضی، ایک غیر معمولی مجاہدہ اور ایک بے مثال بصیرت کے بعد یہ قدم اٹھاتے ہیں۔ وہ یقین دہانہ اور اے لبریز دلوں کے ساتھ نبی کی طرف بڑھتے ہیں اور اس کے درست حق پرست پر بیعت کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے آسمانی نور کو تیز ملاحظہ کرتے ہیں۔ بلکہ خود مہبطِ انوار بن جاتے ہیں۔ اس لئے وہ یقین کی ایک چٹان ہوتے ہیں جہاں پر مخالفت کی سب لہریں پاش پاش ہو جاتی ہیں اور خشک و شہدات و صوفی کی طرح اڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی کامیابیت دیتا ہے اور انہیں اپنے انضام و برکات سے غیر معمولی طور پر نوازتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اندر مہینے والے فقر و روحانی کی ابتدائی بنیاد ہوتے ہیں اور انہیں کشت و روحانی کی اولیں پیروی ہونے کا شرف اور محض سونے والے اطفال اللہ ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے کلام کے شیریں دودھ اور آبِ حیات سے نبی اپنی انوریت و رحمت

میں پرورش کرتے ہیں۔

نبی کا انتخاب اور انسانی نظریں

نبی پہلے وہ تیار ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو نصرت پر اسے اتنا یقین ہوتا ہے کہ وہ اکیلا ساری دنیا سے مکر لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جبکہ وہ اپنے سامنے کی دنیا کے عقاید کے خلاف، اس کے رسوم و رواج کے خلاف اس کے تمدن اور اس کی سیاست کے خلاف نئے عقاید اپنے سن و طریق، نیا تمدن اور نیا طرزِ زندگی پیش کرتا ہے۔ نبی کا انتخاب کسی انسان کی مرضی یا اس کی رائے سے نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ خود نبی کی اپنی رضامندی یا مرضی کا بھی اس میں دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ انتخاب خالص خدائی انتخاب ہوتا ہے۔ اس زمانہ کے لوگ ہزار کہتے ہیں کہ یہ شخص تو نبی بننے کا اہل نہیں تھا اس میں تو فلاں فلاں غامی باقی جاتی ہے اس کا ملک اور اس کی بستی تو اس قابل نہ تھی کہ اس علاقے اور اس گاؤں سے کوئی فرستادہ پیدا ہو۔ مگر غرض لوگ ہزار نکتہ چینی کریں اور اس نبی کو ہزار بار نااہل قرار دیتے ہیں ان کی سب باتیں پر کاہ کے برابر بھی وزن نہیں رکھتیں اور ان کی نکتہ حسناں صداقت کے پھیلنے میں روک نہیں بن سکتیں

شمع حق کے پروانے

یہ انتخاب سراسر خدائی انتخاب ہوتا ہے اس لئے مشیتِ ایزدی اپنا کام کرتی رہی ہے اور سچے طالبانِ حق ایک ایک دودھ کر کے اور پھر ہمارے کی صورت میں شمع حق کے گرد پروانہ دار جمع ہوتے جاتے ہیں اور زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ وہ مامورِ ربانی جو ابھی چند ماہ یا چند سال قبل یکہ دنیا اس مشن کو لے کر کھڑا ہوا تھا وہ اتنا پریشہ اور جاں فدا شدوں کی ایک بڑی جماعت کے درمیان کھڑا دکھائی دیتا ہے جو اس کی آواز پر لبیک کہتے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنا اپنی انتہائی سماعت یقین کرتے ہیں اور اس کے پسینے کی جگہ خون بہانا تحریر جانتے ہیں۔ مقدس برگزیدہ رسول ان سے ایسا پیار کرتا ہے کہ جیسا کسی ماں نے اپنے بچے سے نہ کیا ہو گا۔ اور وہ اپنے رسول پر اپنی جانوں کو اس طرح چھڑکتے ہیں جس پر آسمان کے فرشتے بھی حیرت و آفرین کرتے ہیں

غرض نبی کی آمد پر چشمِ فلک وہ نظارہ دیکھتی ہے جو صدیوں اس نے نہ دیکھا تھا۔

نبی کی وفات کا سانحہ ہوشِ ربا

نبی کے تربیت یافتہ صحابہ کی جماعت اپنے عاشقانہ دلولہ اور دلالانہ انداز کے ماتحت یہ تصور بھی نہیں کر سکتی کہ خدا کا نبی ایک دن وفات پا جائے گا۔ اور انہیں داغِ مفارقت سے جائے گا۔ لیکن نبی آخرِ ان ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے غیر متبدل قانون کے ماتحت آخر ایک دن اسے موت کا وہ گھوٹ پینا پڑتا ہے جو تمام آدم زادوں کے لئے ابتداء سے مقدر ہے۔ اس سانحہ ہوشِ ربا کے وقوع پذیر ہونے پر ایک زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مومنوں کی جماعت کو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ بالکل بے شمار رہ گئے ہیں اور ان پریشی کی حالت طاری ہو گئی ہے۔ ایسے موقع پر کچھ کمزور طبائع ڈمگلا جاتی ہیں اور ان سے کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں اور دشمن بھی سرنگام لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب یہ گلشنِ روحانیت تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اس باغ کے باغبان کی وفات کے بعد کون اس کے پودوں کی غور و پروریت کرے گا۔ یہ اب جلد ہی سرعہ کر خشک ہو جائیں گے۔ دشمن بھی اس خام خیالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا زبردست ہاتھ نبی کی جماعت کو سنبھال لیتا ہے اور قدرتِ شانہ کے ذریعے پریشان دلوں کو تقویت اور تگمگت عطا فرماتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق اس جماعت میں سلسلہ خلافت جاری فرماتا ہے۔

خلافت کی حقیقت

خلافت نیابت اور قائلی کو کہتے ہیں اور خلافت میں ایک اقتدار پایا جاتا ہے جسے اس وقت کھڑا ہوتا ہے جب بعد ازاں اس کے ساتھ روئے زمین پر ایک فرد بھی نہیں رہتا مگر خلیفہ اس وقت برپا ہوتا ہے جب اس کے ساتھ نبی کا قائم کردہ جماعت اور اس کے تیار کردہ پاکیزہ دل کا ایک تنظیم گردہ ہوتا ہے۔ اس لئے خلافت کے ساتھ روزِ ازل سے ہی مدعا کا کا حزبِ اللہ ہوتا ہے۔ باوجود اس اقتدار کے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے خلافت کا کمال نیابت میں ہی ہے اس میں نیابت کے

ضرر نفس کی ادائیگی کے لئے اقتدار بطور آلہ کے ہوتا ہے اصل مقصود نہیں ہوتا۔ اصل مقصود خلافت سے ان روحانی انوار اور آسمانی کرنوں کو دیر پا اور وسیع تر بنانا ہوتا ہے جو نبی وجودِ باوجود کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر سلسلہ خلافت نہ ہوتا تو نبی کی موت دین اور اس کے مشن کی موت ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کرتا۔ ایسا کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے نبی صرف جسمانی طور پر وفات پاتا یا اس جہان سے انتقال کر لیتا ہے۔ روحانی طور پر اس کی کمالات جاری و ساری رہتی ہیں اور اس کے مشن کی نمائندگی کرنے والے خلفاء جو آئندہ ہیں۔ تو نبی کی جماعت کا ہر فرد اپنے اپنے رنگ میں ان انوار کا حامل ہوتا ہے جو نبی کے ذریعے سے دنیا پر ظاہر ہوئے تھے لیکن جب نبی کی وفات کے وقت مومنوں کے گداز دل کچھ ہو کر امر الہی کے ماتحت جماعت کے نظام کو قائم رکھنے اور نبی کے دین کے نفاذ اور اس کی پوری قائلی کے لئے اپنے میں سے سب سے زیادہ پارسا اور مستفی وجود کو منتخب کرتے ہیں تو اس انتخاب کو آسمانی تائید حاصل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ مومنوں کے دلوں پر خود انفا فرماتا ہے۔ اور وہ ایسے وجود کو منتخب کرتے ہیں جو اپنے وقت میں نبی کی سب سے بڑھ کر نیابت کرنے والا ہوتا ہے اسے اسی نے خلیفہ کہا جاتا ہے کہ وہ نبی کی روشنی کو زیادہ سے زیادہ وسیع علاقہ میں پھیلاتا ہے اور دشمنانِ دین کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح سینہ سپر ہوتا ہے جس طرح نبی ہوتا ہے مددِ خدا کی احکام کے نافذ کرنے کے لئے اسی طرح غیرت مند ہوتا ہے جس طرح نبی ہوتا ہے۔ غرض تمام روحانی اور اخلاقی کیفیات میں خلافت نبوت کا پرتو ہوتی ہے اور خلیفہ نبی کا جانشین

نبی اور خلیفہ کا مقام

نبی خدا کا مامور ہوتا ہے۔ خلیفہ مامور نہیں ہوتا۔ نبی کا انتخاب براہِ راست خدا کی انتخاب ہوتا ہے اور خلیفہ کا انتخاب مومنوں کے واسطے سے خدائی انتخاب ہوتا ہے۔ نبی آفاقی ہیں اکیلا کھڑا ہوتا ہے۔ خلیفہ کے ساتھ پہلے دن سے ہی مومنوں کی جماعت ہوتی ہے۔ نبی اپنی عظیم ذمہ داریوں کے باعث اصل اور بنیاد ہوتا ہے۔ خلیفہ اپنے وسیع فرائض کے مطابق نبی کے مشن کی تکمیل کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی خارق عادت نصرت فرماتا ہے اسی طرح خلفاء کو بھی اللہ تعالیٰ کی خاص تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کی نصرتوں کے مورد ہوتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ نبوت اور خلافت اللہ تعالیٰ کے دینی نظام کے لازم و ملزوم شعبے ہیں (باقی صفحہ)

یہ خلافت جو خلافت علیٰ منہاج النبوت ہے۔ اس کا ذکر کر کے حضرت سیح نوح علیہ السلام فرماتے ہیں :-

”سو اے عزیزو! جبکہ قدیم
سے سنت الہیہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ
دو قدریں دکھلاتا ہے تا مبالغہوں
کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرنے
کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن
ہوئی کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم
سنت کو ترک کر دیوے۔

اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت انہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔“

اس کے بعد آپ نے ۲ مئی ۱۹۰۸ء کو بعد از نماز عصر اپنی ستر پچتر کتب اور اپنی تقاریر اور تبلیغی سفروں کا اوریہ کہ تقریری اور تحریری طور پر ہم نے تبلیغ کا کام پورا کر دیا ہے ذکر کر کے فرمایا :-

”معتولی رنگ اور معتولی طور سے
تو اب ہم اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔
کوئی پہلو ایسا نہیں رہ گیا جس کو ہم
نے پورا نہ کیا ہو“

(الحکم ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء)

اور جب آپ کی وفات کا وقت بہت قریب آگیا تو آپ کو اپنی وفات سے کچھ روز پہلے یعنی ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو یہ الہام ہوا :-

الرحيل ثم الرحيل والموت
قريباً -

یعنی کوچ کا وقت قریب آگیا ہے اور موت قریب ہے۔
اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو وہ گھڑی لگ گئی جس
میں آپ نے اپنے ازلے محبوب سے وصال کر کے
دنیا سے فانی سے دار البقاء کی طرف انتقال فرمایا اور
جس طرح آپ کے مقبوع و مقتدا رسول کریم کی زبان
مبارک پر بوقت انتقال الی الرفیق الاعلیٰ کے
الفاظ جاری تھے اسی طرح جیسا کہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ
صاحب مرحوم نے لکھا ہے، حضرت یحییٰ موعود علیہ السلام
بھی بوقت انتقال یہی کہہ رہے تھے:-

”اے میرے پیارے اللہ۔
میرے پیارے اللہ اے میرے
پیارے اللہ۔ یہی الفاظ بڑی
محبت بھرے لہجے میں آپ کہتے

خِلَافَتِ عَلٰی الْمُنْتَهَا جِ النَّبُوَّةِ كَ قِيَامِ كِي بِشِكْوِي كَا ظُهُرِ

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کا عظیم الشان دن

از مکرم جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس

راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ان کی وفات کے بعد ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ یہ ذکر کر کے فرماتے ہیں :-

۱۱ " غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (۲) دوسرے

ایسے وقت میں جب بنی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت

نابود ہو جائے گی..... تب
خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ
اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا
ہے۔ اور گر ٹی ہوئی جماعت کو

سنبھال لیا ہے۔ پس جو احیاء
تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے
معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت
ابوبکر صدیق کے وقت میں ہوا۔

جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی موت ایک بے وقت موت
سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین
مرد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے

عم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب
خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ
کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت
کا غونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود

ہوئے ہوئے تمام کیا۔ اور اس
وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا و
لیمکن لہم دینہم
الذی ارتقى لہم

وليبذلنہم من بعد حوفلہم
امثلاً۔ یعنی خوف کے بعد ہم اُن
کے پُر مہا دیں گے۔“

احادیثِ مصیحہ میں مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے بعد پہلے
تو خلافت علیؓ منہاج النبوۃ ہوگی۔ اس کے
بعد ملوکیت کا دور آئے گا۔ اور سلمانِ خلافت
حقیقی کی برکات سے محروم ہو جائیں گے۔ لیکن
ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں از سر نو خلافت
علیؓ منہاج النبوۃ کا سلسلہ قائم ہوگا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایک عظیم الشان
پیشگوئی کا حامل ہے۔ اور اپنے اندر مسلمانوں
کے لئے بشارتِ عظمیٰ رکھتا ہے۔

مسلمانوں کی گزشتہ چودہ سو سالہ تاریخ اس
امر کا شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کا سلسلہ جو
درحقیقت خلافت علیٰ منہاج النبوة تھی،

قائم ہوا۔ اور اس کے ذریعہ وہ اغراض و مقاصد جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا پورے ہوئے اور مسلمان روز بروز ترقی کی منازل

طے کرے گئے یہاں تک کہ دنیا کے ایک
بڑے حصے پر اسلام پھیل گیا۔ اور جب حسب
میشکوئی مذکورہ بالا ملکیت کا دور آیا اور خلافت
علیٰ منہاج النبوة کی روح آہستہ آہستہ کمزور

ہوئی تھی تو مسلمان روز بروز قسست و افتراق کا شکار ہونے لگے۔ حتیٰ کہ ہمارے زمانہ میں جو آخری زمانہ کہلاتا ہے مسلمانوں کی طاقت غیر مسلم طاقتوں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہو گئی۔

مولانا ابوالکلام بھی مسلمانوں کے تشنہ دل و ادب بار کی
ہی علت بیان کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ مسلمانوں
قومی زندگی و عروج کا اصل دور خلافت راشدہ
ہی زمانہ تھا۔ جبکہ مسلمانوں میں اجتماع و اُستلاف

حالت پائی جاتی تھی اور
 "اجتماع و اختلاف کی یہ حالت
 حضرت علی علیہ السلام پر ختم ہو گئی۔
 اس کے بعد سے اشتتات و انتشار

امت کا تمام نظام شرعی واصلی درہم
اشتات تھا جس نے فی الحقیقت
قوتوں اور مضبوطیوں کا انتشار و
کادور شروع ہوا۔ ازاجلہ مرکزی

برم کر دیا۔ حالات خاصہ کے بعد یہ ماری
بجائز تیں الگ الگ ہو گئیں۔“
(مسئلہ خلافت ص ۲۱)

رکھتا ہے عجبتانِ خدا نامِ خلافت

از محترم جناب روشن دین صاحب تنویر مرحوم

یلتا ہے اُسی قوم کو انعامِ خلافت
ہو جس کا عمل لائق اکرامِ خلافت

خورشیدِ جہانِ نابِ نبوت کی کرن سے
رخشنده ہیں دیوار و در و بامِ خلافت

یہ سلسلہ در سلسلہ قائم ہے ہدیٰ کا

پیغامِ نبوت ہی ہے پیغامِ خلافت

پھر شور اٹھا خمکدہ مصطفویٰ میں

پھر دور میں لائے ہیں وہی جامِ خلافت

شامی میں گدائی ہے گدائی میں ہے شامی

رکھتا ہے عجبتانِ خدا نامِ خلافت

آغاز کیا پھر جو سجائے زماں نے

تار و زقیا مت نہیں انجامِ خلافت

تنویر یہ ہے دین کا ایک نکتہ باریک

آزاد وہی ہے کہ جو ہے رامِ خلافت

داخل ہیں ؟

(بدر ۲ جون ۱۹۷۳ء)

اور مولوی سید محمد احسن صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کا بھی ذکر کیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح آپ نے جس کا نام سب سے پہلے ذکر کیا تھا وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ ہوئے۔ اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں پھر خلافت علیٰ منہاج النبوة کا سلسلہ شروع ہوگا ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو بڑی آب و تاب سے پوری ہوئی۔

قالحمد لله على ذلك

رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ منتخب کئے جانے کے وقت جو تقریر فرمائی اس میں آپ نے چند دستوں کے نام کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر چاہو تو ان میں سے کسی کو منتخب کر لو۔ لیکن آپ نے ان کا ذکر ان الفاظ سے شروع کیا۔

”میں چاہتا تھا کہ حضرت صاحب

کا صاحبزادہ میاں محمد د احمد

جانشین بنتا۔ اور اسی واسطے

میں ان کی تعلیم میں سہی کرتا رہا یا

میر ناصر نواب صاحب جو حضرت

کے واسطے جلسہ ادب یا نواب محمد علی

خان صاحب جو حضرت کا فرزند ہیں

محمد احسن امر دہوی۔ سید محمد حسین اسماعیل مرچن لاہور۔ مولوی محمد علی۔ خواجہ کمال الدین۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ۔ مرزا خدا بخش۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وغیرہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرتِ ثانیہ کے ظہور کی مثال حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی دی ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے ہاتھ پر صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کو جمع کیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہت سی باتوں میں مشابہت رکھتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ مردوں میں سے اول المؤمنین تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق فرمایا کہ ہر ایک کو مجھے ماننے میں کوئی نہ کوئی ردگ یا تردد ہوا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کو ایمان لانے میں کوئی تردد نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ بھی مردوں میں سے پہلے شخص تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ :-

”انہوں نے ایسے وقت میں

بلا تردد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف

تے تکفیر کی صدا میں بلند ہونے

کو تھیں۔ اور بہتروں نے باوجود

بیت کے عہدِ بیعت کو فسخ کر دیا

تھا۔ اور بہتر سے بہتر اور

متذبذب ہو گئے تھے۔ تب سب

پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی

خط اس عاجز کے اس دعویٰ کی

تصدیق میں کہ میں مسیح موعود ہوں

قادیان میں میرے پاس پہنچا۔

جس میں یہ فقرات درج تھے،

امنا وصداقتنا ذاکتبنا

مع الشاہدین

(روحانی خزائن جلد ۲ بحوالہ

ازالہ اوہام ص ۵۴)

پس اللہ تعالیٰ نے بھی اس ایمان و تصدیق کا بدلہ اس رنگ میں دیا کہ آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نمونہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بروز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اول بنایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کی خلافت سے خلافت علیٰ منہاج النبوت کے سلسلہ کا آغاز ہوا۔ پھر جیسے حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ نے انتخابِ خلیفہ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو پیش کیا تھا کہ ان دو میں سے کسی کی بیعت کر لی جائے۔ اور جس کا پہلے نام یا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی ہوئے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اول

رہے۔ اور جب صبح کی نماز کی اذان کان میں پڑی تو پوچھا کہ کیا صبح کا وقت ہو گیا ہے۔ تو پھر باوجود تاخیر اور کمزوری کے آپ نے نماز کی نیت باندھ لی اور نماز ادا کی یہاں تک کہ اس پیارے کو جا ملے۔ جس کے لئے آپ رات دن کوشاں تھے۔“

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

خلافت علیٰ منہاج النبوت کے سلسلہ کا قیام

جب مطابق الہام آنت الذی طار الی روضہ آپ کی روح اپنے حقیقی مولا کی طرف پرواز کر گئی تو ۲۷ مئی کو قادیان دار الامان میں آپ کی تمام حاضر الوقت جماعت نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا کرنے سے پہلے رسالہ الوصیت کے مطابق حضرت حاجی الحرمین حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق خلیفہ منتخب کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور عہد کیا کہ آئندہ آپ کا فرمان ہمارے لئے ویسا ہی واجب الاتباع ہوگا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ چنانچہ جو تحریر انتخاب کے وقت حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں بطور درخواست تھی عام حاضرین کو پڑھ کر سنائی گئی۔ وہ یہ تھی :-

”ابا بعد مطابق فرمان حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان

جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں

اس امر پر صدق دل سے متفق

ہیں کہ اولیٰ المہاجرین حضرت حاجی

مولوی حکیم نور الدین صاحب جو ہم

سب میں سے اعلم اور اقلیٰ ہیں

اور حضرت امام کے سب سے زیلہ

مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن

کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام

اسوہ حسنہ قرار فرمایا ہے ہیں

جیسا کہ آپ کے شعر :-

چرخش بودے اگر ہر یک ز امت نوریں ہوئے

ہیں ہوئے اگر ہر یک پر از نور یقیں ہوئے

سے ظاہر ہے کہ ہاتھ پر احمد کے

نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ

اور آئندہ نے ممبر بیعت کریں۔

اور حضرت مولوی صاحب موصوف

کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ

ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس

مسیح موعود و مہدی مہمود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا تھا :-

”ستخط رحمت اللہ داکب المخلص ویراؤس ماہو

صاحبزادہ مرزا محمود احمد۔ مفتی محمد صادق۔ سید

آیت استخلاف اور تحریک جدید

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے دیکنال تحریک جدید قادیان

آیت استخلاف میں مومنوں کی جماعت سے وعدہ اٹھایا ہے کہ **لَا يَمُوتَنَّ قَوْمٌ** جس میں ہم اللہ کی طرف سے نصیب ہونے والے افراد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کے دین کو تمکنت بخشنے کا ہم پر بھی وعدہ کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کے عہد میں بھی یہ وعدہ ایفا ہوا۔ حضور کے ذوالیہ پر حضرت خلیفۃ المسیح اولیٰ کے ذریعہ قلوب مومنین نے سکینت پائی اور تمکنت حاصل ہوئی۔ اور خلافت کا مسئلہ واضح طور پر قلوب میں راسخ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؒ کے ذریعہ پھر عملاً مسئلہ خلافت دلوں میں راسخ ہوا اور مخالف نقطہ نظر رکھنے والوں پر سنا ہوا ایمان میں، اتفاق فی سبیل اللہ اور جہاد کے علاوے کلمۃ اللہ میں اور ان امور کے لئے وقف اولاد وغیرہ میں غیر معمولی نمایاں برتری حاصل ہوئی۔ وہ خزانہ جماعت جو ان بھرنے والے افراد کے وقت صرف چند آنے کی رقم رکھتا تھا اب اس کا میزانہ ہر دو مراکز سال رواں کا قریباً سوا دو کروڑ روپے کا ہے۔ ان باقاعدہ چندوں کے علاوہ ہر فصل صرفانہ لائسنس فنڈ (جو حضرت مسیح موعود کی وفات پر آیت کے کام کو جاری رکھنے کے لئے جمع کیا گیا) قریباً سینتیس لاکھ روپے ہوا اور حضور مغربی افریقہ کے ممالک کے لئے جو لغت جہاں چند سال پہلے قائم کیا گیا اس کی وصولی بھی قریباً ۳۵-۴۰ لاکھ تک ہو چکی ہے۔

۱۹۳۲ء میں مرکز قادیان اور جماعت احمدیہ کے (معاذ اللہ) استیصال کے بارے میں اعلان بعض مسلم جانتوں نے کیا جن کی پشت پناہی اس وقت کی پنجاب سرکار بھی کر رہی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت کو تلقین کی کہ وہ اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے تحریک جدید کے تحت ۲ ہزار روپیہ فی سال ادا کریں تا جہاں شدہ جماعتی کام متاثر نہ ہوں اور حضور نے پُر زور تحریک فرمائی کہ شادی بیاہ، رہن سہن اور کھانے میں حد درجہ سادگی اختیار کی جائے تا اسی گفایت سے دوپہر لیس انداز ہو کہ خدمت دین کے لئے دیا جائے۔ اور سینما، قاشوں وغیرہ سے بچائی رکھی۔ دیا اس چندہ میں

حضور نے بذات خود پونے تین لاکھ سے اوپر اور حضور کے خاندان نے مزید کئی لاکھ روپے دیا۔ اور یہ سلسلہ اب جاری ہے۔ اور جماعت احمدیہ اس میں قریباً ۵۷ لاکھ روپیہ سالانہ چندہ دیتی ہے۔ جس سے قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم شائع ہوتے ہیں۔ غیر ممالک میں تبلیغ کے مراکز قائم کئے جاتے ہیں وہاں مبلغ بھجوائے جاتے ہیں۔ مدارس اور شفاخانے کھولے جاتے ہیں مساجد تعمیر کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آخری سالوں میں جسے تحریک کا اجراء ہوا حضور ماہریت کو تمکنت بخشی۔ اس وقت خاص طور پر آحرار اسلام پارٹی نے مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ خود وہ عبادہ منثور ہو گئی اور اس کا استیصال ہوا۔ اور اس کا نام حرب غلط کی طرح مٹ گیا۔ لیکن طوفان کی ان آندھیلوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے لگایا ہوا یہ یودا ہر آج سے محفوظ رہا بلکہ زیادہ سے زیادہ تباہ و تاراج نہ ہوا رہا ہے جس کے شیریں ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ تین سال کے لئے قربانی کرو تو اس وقت احراری فتنہ سامنے تھا حضور نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ زمین ان کے پاؤں تلے سے نکلی جا رہی ہے۔ اور یہ بات چند دن میں پوری ہو گئی۔ زبجو الہ کتاب پیچہزاری مجاہدین منہا) نیز فرمایا :-

”پچھلا سچا سال تجربہ تیار ہے سامنے ہے۔ دشمن نے لاکھ رکاوٹیں ڈالیں۔ اس نے کروڑوں جیسے کئے..... بڑے بڑے لوگ اٹھے اور انہوں نے چاہا کہ سلسلہ کی ترقی کو روک دیں مگر خدا کا کام ہو کر رہا۔ اس نے الہام کے لئے لوگ فکرے کر دئے جو اس کے دین کے انصار بنے اور خلیفۃ اب بھی ایسا ہی ہو گا۔ (۲۱-۳۱ صفحہ)

بہت بڑا جہاد درپیش

بہت بڑا جہاد جماعت کو درپیش ہے حضور فرماتے ہیں :-

”سامنے ہے..... ایک عظیم نشان جنگ ہے جو شیطان سے لڑی جانے والی ہے۔ جو لوگ اس میں حصہ لیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کر لیں گے۔ جو لوگ حصہ نہیں لیں گے وہ اپنے اعراض سے اللہ تعالیٰ کے کام کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ کیونکہ یہ کام خدا کا ہے اور اس نے بہر حال ہو کر رہا ہے“ (۲۱-۳۱ صفحہ)

چند نہ لینا ایمان پر ظلم

حضور یہ بھی فرماتے ہیں :-

”اگر یہ روپیہ ہماری مزدورت کے لئے کافی ہو جائے تب پھر تمہارے اندر ایمان پیدا کرنے کے لئے... اخلاص... زندگی... اور تمہارے اندر روحانیت پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ... مطالبہ کیا جائے اور ہمیشہ اور برآں کیا جائے۔ اگر... مطالبہ ترک کر دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہو گا۔ یہ سلسلہ پر ظلم ہو گا۔ یہ تقویٰ اور ایمان پر ظلم ہو گا۔ (الفضل ۷ اپریل ۱۹۳۳ء)

سلسلہ کو اموال کثیرہ حاصل ہونگے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو ترقی ہوگی اور جماعت کے لئے مطلب اموال حاصل ہوں گے اور حضور کا قائم کردہ نظام ترقی پذیر ہو گا۔ حضور فرماتے ہیں :-

”یہ مدت خیالی کو کہ یہ دور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادیان کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اسراں کیونکر جمع ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی..... میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے ابن ہدیہ اس سلسلہ کو ملے آئے جس جو خدا کے لئے کام کریں“ (الوعیت ۱)

تحریک جدید نظام کو کھینچے اور اس سے

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ وہ وسیع اور عالمگیر نظام جو وصیت کے ذریعہ قائم ہو گا

اور اس کے احوال یورپ اور امریکہ کی حکومتوں کے احوال سے بھی بڑھ جائیں گے اور دنیا کے دیوی منزلیات طعام و قیام اور تعلیم و تفریح کے لئے کمپنی ہوں گے یہ اس وقت قائم ہوں گے جب دنیا میں احمدیت کی کثرت ہو جائے گی۔ فرمایا

”ابھی موجودہ آمد مرکز کو بھی صحیح طور پر چلانے کے قابل نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں تحریک کا القاء فرمایا تاکہ تبلیغ احمدیت کو وسیع کیا جائے۔ پس تحریک جدید کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے غیبت کی یہ نیاز پیش کرنے کے لئے ہے کہ وصیت کے ذریعہ جو جس نظام کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے اس کے آئے میں ابھی دیر ہے اس لئے ہم تیرے حضور اس نظام کا ایک چھوٹا سا نقشہ تحریک جدید کے ذریعہ پیش کرتے ہیں تاکہ تبلیغ احمدیت کو وسیع کیا جائے اور تبلیغ سے وصیت کو وسیع کیا جائے..... غرض تحریک جدید کو وصیت کے بعد آئی ہے مگر اس کے لئے پیشرو کی حیثیت میں... اور بطور ارہاس ہے۔ ہر شخص جو تحریک جدید میں حصہ لیتا ہے وصیت کے نظام کو وسیع کرنے میں مدد دیتا ہے اور ہر شخص جو نظام وصیت کو وسیع کرتا ہے وہ نظام کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔“ (نظام نو صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

صیہونی خطرہ کا دفع

امریکن میگزین ٹائم نے اپنے بہترین نامہ نگاروں کو روم، بیروت، بیرونی اور عرب ممالک میں بھجوایا اور متعدد بہترین مآلوں کے ذریعہ معلومات فراہم کر کے ہر امریکی کو پانچ صفحات کا مضمون شائع کیا جس میں بتایا کہ تیل کی اس قدر برائیاں عرب ممالک میں ہیں کہ اس کی وجہ سے ان کی مالی حالت روز بروز خراب ہے اور اندازہ ہے کہ سنہ ۱۹۳۸ء تک ۱۵ ارب ڈالرز پر اثر انداز ہوں گے (ہفت روزہ الجمعیت نومبر اپریل ۱۹۳۳ء صفحہ ۱)

دوسری طرف یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ اسرائیل کی ایک ابغا ہر نئی ہی مملکت جو روس برطانیہ اور امریکہ وغیرہ طاقتوں کی جابرانہ مدد سے بذریعہ لاقہام متحدہ قائم ہوئی روز بروز ترقی پا رہی ہے اور عرب ممالک باوجود وسیع گنا زیادہ ہونے کے سے ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اسرائیل کی جارحیت ہر لمحہ تشویش ناک ہوتی جا رہی ہے۔ ان کے طاقتور عزائم ان کے ایک پرہیزگار بن باقت امریکی بیرونی کے ایک اصول سے عیاں ہیں

مرد خواہت جہاد خاک رک چھوٹی ہی مزیدہ ملیتہ انسان بیمار ہے اس کی محبت کا دل عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے

خلفاء کی علامات

آیت خلافت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-
اَوَّلُ خَلِيفَةِ هَذَا بَنَاتُ۔ یعنی اس کے بنائے میں انسانی ہاتھ نہیں ہوتا۔ نہ وہ خود پرورش کرتا ہے۔ اور نہ کسی مضمونہ کے ذریعہ وہ خلیفہ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسے حالات میں وہ خلیفہ بنتا ہے جبکہ اس کا خلیفہ ہونا ظاہر ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ الفاظ کہ **وَعَدَ اللّٰهُ السَّادِیْنَ اَمْنًا مِنْكُمْ** کے تحت **لَوْ اَلْفُ صُلَاحَتِ** خود ظاہر کرتے ہیں کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے کیونکہ جو وعدہ کرتا ہے وہی دیتا بھی ہے۔ نہ یہ کہ وعدہ تو وہ کرے اور اسے پورا کوئی اور کرے پس اس آیت میں پہلی بات یہ بتائی گئی ہے کہ بچے خلفاء کی آمد خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگی کوئی شخص خلافت کی خواہش کرے خلیفہ نہیں بن سکتا۔ اور نہ کسی مضمونہ کے ماتحت خلیفہ بن سکتا ہے۔ خلیفہ وہی ہوگا جسے خدا بنانا چاہے گا۔ بلکہ بسا اوقات وہ ایسے حالات میں خلیفہ ہوگا جبکہ دنیا اس کے خلیفہ ہونے کو ناممکن خیال کرتی ہوگی۔

دوسری علامت اللہ تعالیٰ نے بچے خلیفہ کی یہ بتائی ہے کہ وہ اس کی مدد انبیاء کے مشابہ کرنا ہے کیونکہ فرمایا ہے **كَمَا اَسْتَخْلَفُ السَّادِیْنَ مِنْ تَبْلِیْهِمْ** کہ یہ خلفاء ہماری نصرت کے ایسے ہی ستھی ہوں گے جیسے پہلے خضر۔ اور جب پہلی خلافتوں کو دیکھا جاسے تو وہ تین قسم کی نظر آتی ہیں اول خلافت نبوت جیسے آدم علیہ السلام کی خلافت تھی جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ** (نقرہ ۷) میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اب آدم علیہ السلام کا انتخاب نہیں کیا گیا تھا اور نہ وہ دیوبند بادشاہ تھے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ایک وعدہ کیا اور انہیں زمین میں اپنی طرف سے آپ کھڑا کیا اور جنہوں نے ان کا انکار کیا انہیں سزا دی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آدم ان معنوں میں بھی خلیفہ تھے کہ ایک پہلی نسل کے تباہ ہونے پر انہوں نے اور ان کی نسل نے پہلی قوم کی جگہ لی۔ اور ان معنوں میں بھی خلیفہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ایک بڑی نسل جاری کی۔ لیکن سب سے بڑی اہمیت جو انہیں حاصل تھی وہ نبوت اور امامیت ہی کی تھی۔ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ انہی معنوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خلیفہ کہا گیا ہے۔

پس پہلی خلافتیں اول خلافت نبوت تھیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت تھی۔ جن کو قرآن کریم نے خلیفہ قرار دیا ہے۔ مگر ان کو خلیفہ صرف بنی اور مامور ہونے کے معنوں میں کہا گیا ہے۔ چونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ کی ضرورت کے مطابق صفات الہیہ کو دنیا میں ظاہر کرتے تھے اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ظل بن کر ظاہر ہوئے اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کہلائے۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اول ص ۳۶۶ تا ۳۷۵)

حضرت سید میر داؤد احمد رضا کے سانحہ ارتحال پر تعزیت

حضرت سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم و مغفور کے سانحہ ارتحال پر مزید کچھ احباب اور جماعتوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا اوسیم احمد صاحب کی خدمت میں تعزیتی خطوط اور قراردادیں بھجوائی ہیں ان کی فہرست درج ذیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر بخشے آمین۔

- ۱۔ کرم سید خاں احمد صاحب مظفر پور جھٹی
- ۲۔ مولوی احمد اللہ صاحب مومن ٹاؤن
- ۳۔ مسیح الدین الدین صاحب ممبئی
- ۴۔ مولوی حمید الدین صاحب مبلغ پوٹھ
- ۵۔ خواجہ سعید احمد صاحب دارالعلوم
- ۶۔ پروفیسر محمد عالم صاحب فائز ملکی
- ۷۔ آتم مظفر احمد صاحب سرنگر
- ۸۔ محمد زکریا صاحب آرہ
- ۹۔ مولوی شیخ حمید اللہ صاحب پونچھ
- ۱۰۔ محمد اکرم خاں صاحب غندی ریلوے
- ۱۱۔ پروفیسر عبد السلام صاحب بنارس
- ۱۲۔ ڈاکٹر سعید محمد الدین صاحب حبشہ پور

حاضرین مسند اہل بیت

- ۱۔ میری والدہ محترمہ یادوں کے درد بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے اور میں کاروباری پریشانیوں میں ہوں ان کے ازالہ کیلئے دعا فرمائی جائے سید شاکر علی گڑوی
- ۲۔ میری اہلیہ کو زحمتی ہونے والی ہے۔ یہ مرحلہ ہجرت گزارنے کے لئے اور سر بھتیجے نعیم احمد کی تجارت میں ترقی کیلئے دعا فرمائی جائے غلام محمد اندیل گڑھی

اس کے جواب میں اپنی سیول میں
 ایتھنز کے زمانے کے اور ستریک ہدیہ میں
 صفحہ ۷۷ پر اپنی محبت کا ثبوت نہ
 دو گئے (۱۰)

(۱۰) یہ خیال مت کر دو کہ تحریک جاری میرا
 طرقت سے ہے۔ نہیں بلکہ میں اس
 کا ایک ایک نفوذ قرآن کریم سے
 ثابت کر سکتا ہوں۔ اور ایک ایک
 حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ارشادات دیکھا سکتا ہوں۔ مگر
 سوچنے والے دماغ اور ایمان دل
 دل کی ضرورت ہے۔

پس یہ صحت نیاں کر دو کہ جو میں
 نے کہا ہے وہ میری طرف سے ہے
 بلکہ یہ اس نے کہا ہے جس کے ہاتھ
 میں تمہاری بات ہے میں اگر سر بھی
 جاتا تو اس سے بہتر یہی کہلاتا ہوں
 گا اور ان کے مرثیے کے بعد اور سے
 بہر حال چھوڑ دوں گا نہیں جب تک تم
 سے اس کی پابندی نہ کروں یہ پہلا
 قہر ہے۔ (الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۷۳)

اجاب سے اس دعا ہے کہ اس تحریک
 کی اہمیت کے مد نظر اس میں شریعت فراموش
 اور بددعا و بدکاری کی جائیں اور ہمدردی
 جماعت خاص تو جہ فراموش
 اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا کرے آمین

اس نے لکھا کہ
 اللہ تعالیٰ نے نہ وہ مایہ منور
 پر حصار کرنے کی وجہ سے تیار ہیں اور
 حصار کے رہنے والے حصار کو مار کر دے
 (خلافتش باد بن)

(یو۔ آر۔ ک۔ ناگز۔ جو۔ ر۔ ز۔ نا۔ م۔ د۔ ل۔ و۔ ن۔ ی۔ س۔ ی۔ ا۔)
 انا حضرات کے پڑا نظر حضرت
 مصلح موعود نے ہمارے کو تائید کی تھی اور
 درپیش یہ سببوں کی نظر آتی ہیں بالآخر اجماعیت
 کے فروغ کے نتیجے میں میں اس میں ہرگز
 (۱) "میں نے جیہ جیہ پر محمد رسول اللہ
 اکلہ صحت قائم کر لی ہے۔ یہ کام
 ... پیشہ ہمیشہ کا ہے۔ ہم اسلام
 کی حفاظت کے لئے اس کے دائرے
 میں لڑیں گے بائیں ملی لڑیں گے اور
 پیچھے ہٹیں گے۔ دشمن ہماری لاشوں
 پر سے لڑے بغیر اسلام کے جسم
 تک نہیں پہنچ سکتا۔"

(خیمہ امانت مجاہدین ص ۱۰)
 (۲) "سب سے زیادہ معلوم انسان آج
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
 ہر سال لاکھوں کتب آپ کے چاند
 سے زیادہ روشتن چہرے پر گرد آئے
 کے لئے شائع کی جاتی ہیں
 اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی محبت کے دلوں پر بار بار!! کیا تم

نبوت اور خلافت کی حقیقت

میں نے دیکھا ہے۔ دین کی اشاعت کا اسے ذریعہ
 بنایا جاتا ہے اور اہل ایمان کی شیرازہ بندی کا
 اسے وسیلہ چھڑایا جاتا ہے اس نعمت کی قدر
 کرنا اور اسے دیر پا دیکھنا یا مومنوں کا فرض
 ہے۔ خدائی قانون یہی ہے کہ جس نعمت کی تاپ
 کی جائے اور اس کا شکر یہ ادا کی جائے۔ اللہ
 اسے مبارکباد اور وسیع تر بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقلدوں میں سے ایک بہت
 بڑا افضل یہ ہے کہ اس نے جماعت احمدیہ کو نعمت
 خلافت سے نوازا ہے اور میں اس کی برکات
 سے بہرہ ور فرمایا ہے۔ ہم۔ ب۔ کی ذمہ داری ہے
 کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارمان کو ہمیشہ یاد رکھیں
 اور اس کی قدر کریں اور اس کی روحانی برکات
 سے کامل طور پر مستفید اور مستمع ہوں
 اللہم آمین۔ یا رب العالمین

مسیح زمانہ نے خبر صاف ہی ہے
 مفرد ہوا ہے دو ام خلافت
 تنویر

خدائی بادشاہت کی دو تجلیاں ہیں۔ اور
 روحانی گاڑی کے دو پہیے ہیں جو لوگ نبوت
 کا ذکر کرتے ہیں وہ خلافت کی نعمت سے بھی
 بے بہرہ رہتے ہیں۔ اور جو لوگ خلافت کے
 منکر ہوتے ہیں وہ نبوت کے روحانی ثمرات
 سے بھی محروم رہتے ہیں اور آسمانی بادشاہت کی
 عظیم تجلی سے بھی بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ جن
 اقتدار نے کبھی نبوت کا لقب العین سولہ ہے اور
 نہ خلافت کا مطلوب قرار پایا ہے۔ درحقیقت یہ
 دونوں نعمتیں خالص آسمانی اور روحانی ہیں۔ البتہ
 جب جب اور جس جس قدر اقتدار نبوت کو حاصل
 ہوا یا خلافت کے شامل حال ہوا تو اسے سبب
 روحانی زندگی کے استوار کرنے اور دنیا کی بنیادوں
 کو مستحکم کرنے کے لئے اختیار کیا گیا۔ اور یہی وہ
 نقطہ ہے جہاں پر کہ خلافت راشدہ عام حکومت
 یا مطلق خلافت سے ممتاز نظر آتی ہے

خلافت کو دائمی بنانے کا طریق
 میں خلافت راشدہ اللہ تعالیٰ ہی کا وہ
 انعام ہے جو نبی کی حاکمیت کو ملی کی دنات کے
 مدد پر ان کے دل کی تسکین اور طمانیت کے

دوسری قدرت کا آئینہ سارے لئے بہتر کیونکہ وہ دائمی ہے

اور دوسری قدرت انہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں

(الوصیت)

(الوصیت)

از حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رنی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے دفات یا جانے پر شدت مدد کو برداشت کر سکیں اور آپ کی وفات ایک ناگہانی مصیبت نہ سمجھی جائے یہی وجہ ہے کہ جب بعض صحابہ نے آپ کے حادثہ وفات کو ناگہانی اور بے وقت سمجھا تو حضرت ابو بکر کے آیت کریمہ

أَنفَات مَاتَ أَوْ قَبِلَ الْفَلْبَتُمْ
عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ

اور آیت

إِنَّا مَيِّتٌ وَإِنَّا مَيِّتُونَ
سنانے پر انہیں یقین ہو گیا کہ آپ اپنے خدا کو پیارے ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کو خلعت خلافت پہنا کر اپنی قدرت کا دوبارہ اظہار کیا اور جب وعدہ
لَيُكَيِّدَنَّ لَهُمْ وَيُنْهِيَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ
لَهُمْ دُشْمَنُونَ كَيْفَ يُؤْتِي فَوْزًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
مُؤْمِنُونَ کے خوف کو اس سے بدل دیا اور ان کے ذریعہ علیہ السلام سے متعلق وعدوں کا پورا ہونا ہر نبی و رسول کی طرح ظاہر ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب وفات کی اطلاع

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بذریعہ وحی یہ خبر دی کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۰۰ء میں آپ نے الوصیۃ تحریر فرمائی جس میں آپ نے اس مقدس وحی الہی کا ذکر کیا جس میں آپ کی وفات کے قریب آنے کی خبر دی گئی تھی اور وہ یہ ہے :-

قرب اجلک المقدر ولا یسقی
لک من المضریات ذکر قل
میعاد ربک

یعنی تیری اجل قریب آگئی ہے اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھڑیں گے جن کا ذکر تیری رسالت کا موجب ہو۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ بقدری رہ گئی ہے۔

”پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ نے میری وفات کی نسبت اردو زبان میں مندرجہ ذیل کلام کے ساتھ مجھے مخاطب کر کے فرمایا :-

بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں
اس دن سب پر انداز کی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ یہ ہوگا۔ بعد اس کے تمہارا دفتر ہوگا تمام عبادت اور عبادت قدرت دکھائے گئے۔ بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔“

پھر زمرہ ۱۹۰۱ء میں الیام ۱۹۰۱ء
سوت قریب۔ اِنَّ اللہ یجعل
کل حمل

کر کے آپ کی وفات کے قریب ہونے کی طرف اشارہ فرمادیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عباسؓ اس سوت سے یہی کلمہ کہ آپ کی وفات کا زمانہ قریب ہے پھر اپنی وفات سے چند روز پیشتر آپ نے منبر پر تشریف لا کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ

ان یعیش فی الدنیا ما یشاء
ان یعیش قیاً کل فی الدنیا ما یشاء
ان یاکل وینفق ویربہ
فاخار لقاہ ربہ فبکی ابو بکر
فقال اصحاب النبی صلی اللہ
علیہ وسلم الا تعجبون
من ہذا الشیخ (ترمذی)

چاہے تو وہ دنیا میں جتنی دیر چاہے اور دنیا کی چیزوں سے فائدہ اٹھائے یا چاہے تو وہ اپنے رب کے پاس آجائے۔ تو اس نے اپنے رب سے طاعات کو پسند کیا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زار زار رونے لگے۔ اور دوسرے صحابہ نے حضرت ابو بکر کے رونے پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ حضور نے تو کسی ایک بندے کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بول رہا روئے لگ گیا ہے اور کہتا ہے کہ ہم اور ہماری ماں باپ آپ پر قربان ہوں

راوی کہتا ہے
فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم عدا الخیر وکان ابو بکر
نحو اعلنا بہ

کہ بعد میں کھل گیا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ ہم سب سے اس کا زیادہ علم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسی وقت معلوم کر لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں داغ مغارت دینے والے ہیں۔

اسی طرح آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر نفاذ کرتے ہوئے حاضرین سے فرمایا کہ شاید ہم پھر یہاں اکٹھے نہ ہو سکیں گے اور ادر آت الیوم اکملت لکم دینکم بھی نازل ہو گئی جو اس امر کا اعلان تھی کہ آپ ان کا کام مکمل کر چکے ہیں جس کے بعد منے تھے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مختلف پیرایوں میں آپ کی وفات کے قریب

سمجھ کر دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت بہت بھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہونے کا تمام بیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُكَيِّدَنَّ لَهُمْ دُشْمَنَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پاؤں جمادیں گے۔

میں اور مختصراً ذکر کر چکا ہوں کہ نبی اور مامورین اللہ کی وفات کا مددہ مؤمنوں کے لئے اگر خدا تعالیٰ دستگیری نہ کرے ایک ناقابل برداشت مددہ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ جو اپنے مؤمن بندوں پر حد درجہ رحیم اور شفیق ہے وہ ان کی دو رنگ میں دستگیری فرماتا ہے ایک اس رنگ میں کہ وہ نبی کی وفات سے پہلے اپنی وحی کے ذریعہ اس کی وفات کا مختلف پیرایوں میں اعلان فرماتا ہے تاکہ اپنے آپ کو اس مددہ کے برداشت کرنے کے لئے تیار کر سکیں۔ دوسرے اس رنگ میں کہ اس کی وفات کے بعد خلافت کے ذریعے اپنی دوسری قدرت کا اظہار فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کی جھوٹی خوشی کو پامال کر دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق اطلاع

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غزوہ احد میں آیت
وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ
قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ
أَنفَات مَاتَ أَوْ قَبِلَ الْفَلْبَتُمْ
عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ

یعنی ہزار ہا آپ کا دیگر انبیاء کی طرح وفات پا جائے گا۔ یہی قرار دیا۔ پھر سورہ البقرہ میں فرج و نصرت الہی اور عام لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے دین میں گروہ درگروہ داخل ہونے کا ذکر

ایک نبی اور مامور الہی کی وفات کا حادثہ مؤمنوں کے لئے ان کے نبی سے بے پناہ محبت اور عقیدت کی وجہ سے حد درجہ افسانگ اور موجب حیرت و پریشانی ہوتا ہے۔ اور بہت سے کمزور ایمان والوں کے لئے بسا اوقات باعث فکوک اور محالین کے لئے باعث سرسوت و انبساط ہوتا ہے۔ دشمن یہ خیال کر کے خوش ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے ذریعہ ایک روحانی سلسلہ وجود میں آیا اور جس کی شبانہ روز ساری کی بدولت ایک روحانی جماعت تیار ہوئی وہ اٹھ گیا ہے اس لئے اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کا سلسلہ اور تمام کاروبار بھی مٹ جائے گا اور نابود ہو جائے گا۔ اور الہام اور وحی کی بناء پر ترقیات کے جو وعدے کئے گئے تھے وہ سب خبط اور سراب ثابت ہوں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے لئے ایسی ذلت روا نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی ان لوگوں کے لئے جو اس کے مرسد کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اپنے اسوال و نفوس کی قربانیوں کے ذریعے اپنے صدق و اخلاص اور سچی محبت اور فدایت کا ثبوت دیتے ہیں یہ پسند کرتا ہے کہ وہ دشمن کی نظر میں ذلیل اور شرمندہ ہوں۔ اس لئے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام الوصیت میں تحریر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ تدبیر سے سنت ہے کہ وہ

”دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے دا، اول خود بیسوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجائے اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ جائے گا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔ اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمرس ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرفتاری ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس

پھر دسمبر ۱۹۰۷ء کو آپ کو یہ ابھارت
منہ :-
"بجزم کو دھنستہ تو زریاب رسید
یعنی خوشی اور خوشی سے مل کر تیراقت
قریب آنا)
ستارہ بیکر کو ایک دانہ نہ رہا
مستقل (اللہ خیر و داعی خوشیاں
منائیں گے"

ان ابھارت میں پہلے آپ کی وفات کے
قریب آنے کا ذکر ہے جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء
کو ہوئی۔ پھر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو میکہ آپ کی
نفس مبارک کو تادیان لایا گیا اور نماز جنازہ
ادا کی گئی اور بالاتفاق حسب الوصیت حاجی
المحرمین حضرت مولوی نور الدین صاحب کو آپ
کا خلیفہ اول منتخب کیا گیا۔

پھر ان ابھارت میں تعین کے رویہ کا ذکر
کیا گیا ہے کہ وہ آپ کی وفات پر خوشیاں
منائیں گے۔

پھر ۱۹ مئی ۱۹۰۸ء کو ابھام ہوا :-
الرحیل ثم الرحیل ان اللہ یجمل
کل حمل

اور ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو ابھام ہوا :-
"دور مت مومن"

اور ۱۴ مئی ۱۹۰۸ء کو ابھام ہوا
"مکن تیکہ بر عمرنا یادار"
اور یوم وفات سے چھ روز پیشتر یعنی
۳ مئی ۱۹۰۸ء کو ابھام ہوا

الرحیل ثم الرحیل والموت قریب
یعنی کوچ کا وقت قریب آگیا ہے اور موت
قریب ہے۔

۳ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ نے بعد نماز عصر
ایک گفتگو کے وہ ان میں اپنی ستر بھجور کتب
ان اپنی تقادیر اور تیسری سفر کا ذکر کیا
فرمایا :-

"مستحق و رگ میں اور مغربی طور
سے قذوب اپنا کام ختم کر چکے
میں کوئی پہلو ایسا نہیں رہ گیا جس
کو ہم نے پورا نہ کیا۔"

را حکم ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء

بجز اسی روز آپ نے مبلغ سے مستقل فرمایا
"ہمارا کام صرف بات کا پیچھا دینا
ہے ماعلیٰ المرسل الی السلاخ
تعرف ہذا کا کام ہے ہم اپنی طرف
سے بات کا پیچھا دینا چاہتے ہیں
ایسا نہ ہو کہ تم یو جیسے جاؤ گے کہ
کیوں ابھی طرح سے نہیں بتایا
اس واسطے ہم نے زبانی ہی دیکھ
کو سنا ہے تحریری بھی اس کام
کو پورا کر دیتے۔ دنیا میں کوئی کم
ہو گا کہ ان کو ہماری تبلیغ نہیں
پہنچی یا ہمارا دھوکہ اسی تک نہیں

پہنچی۔ (الحکم ۱۸ جون ۱۹۰۸ء)
خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانے
والا جب پیغام پہنچے اور رسول جبریل
کے لئے بھیجا جائے۔ وہ غنیمت پوری ہو جائے۔
تو خدا تعالیٰ اسے اپنے پاس بلا دیتا ہے اور
ان کے وقت دنیا اپنی پوری خواہشوں کے
انتہا اس کے سامنے آئے ۱۹۰۷ء سے
اعراض فرات اپنے باب اور محبوب ازنی
سے ملاقات کو اختیار کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور آپ کے
غلام حضرت سیح موعود علیہ السلام نے فرمایا
جلد آج سے ساتی اب کچھ نہیں ہے باقی
مے شربت تلافی جس دوا ہی ہے

قدرت شانیہ کا ظہور

حضرت سیح موعود علیہ السلام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء
کو صبح کے وقت اسے میرے پیارے اللہ
اے میرے پیارے اللہ۔ اے میرے بیٹے
اے اللہ کے الفاظ محبت مجھے لیے میں کہتے
ہوئے میرے پیارے اللہ کو مایہ ہو
گئے۔ آپ پر ایمان لے کر لوگوں کی اندوہ
علم سے جو حالت ہوئی وہ بیان سے باہر
دشمن نے خوشیاں منائیں لیکن جیسا کہ حضرت
سیح موعود علیہ السلام الوصیت میں یہ فرما
چکے تھے :-

"سو اے عزیز جبکہ قریب سے سنت
ہی ہے کہ خدا تعالیٰ وقت قدر میں
دیکھنا ہے تا محافل کی درجہ کوئی
خوشی ملی کو پامال کہے دیکھا ہے
سوا ب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ
اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے
اس لئے تم میری اس بات سے جو میں
نے تمہارے پاس بیان کی ہے نگہیں
سمت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ
نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے
دوسری قدرت کا بھی دیکھا ضروری
ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر
ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا
سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا
اور دوسری قدرت آئیں سکتی جب
تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب
جاؤں گا تو پھر خدا کی دوسری
قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے
گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا
اس کے۔ ہاں اسی کے مطابق آپ کی دنیا
کے دوسرے روز یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو
سورجین تادیان میں ساخا حاضر جماعت نے
بالاتفاق حاجی المحرمین حضرت حکیم علی اور الدین
صاحب رحمی اللہ تعالیٰ نے کہ حضرت سیح موعود
علیہ السلام کا خلیفہ اول تسلیم کیا اور آپ
کے ہاتھ پر بیعت کی اندھ کیا کہ اندھ آپ کا

فرمان ہمارے لئے ایسا ہی واجب الاتباع
ہو گا جیسا کہ حضرت موعود علیہ السلام کا تھا
حضرت سیح موعود علیہ السلام نے الوصیت
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے
بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت شانیہ کے ظہور کی
مثال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دی ہے
اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت سیح موعود
علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس شخص
کے ہاتھ پر صحابہ حضرت سیح موعود علیہ السلام
کو جمع کیا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے
میں مشابہت رکھتا تھا۔ معنوں کی طوالت
کے خوف سے میں اس وقت صرف ایک مشابہت
کا ذکر کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا :-

وما لفعنی مال احد فخط ما
لفعی مالی الی نکر (ترمذی)
یعنی مجھے کسی کے مال سے کبھی ایسا
نفع نہیں پہنچا جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ
مال سے پہنچا ہے۔

اسی طرح حضرت سیح موعود علیہ السلام
حضرت مولوی نور الدین صاحب کا ذکر فرماتے
ہوئے ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں :-
"ان کے مال سے جس قدر مجھے
مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں
دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر
سکوں۔"

پس جیسے خادم داتا برزنی رگ میں مقام
وہارت پر تھے ویسے ہی خادم کا خلیفہ اولی
آقا کے خلیفہ اول کے ساتھ کمال مشابہت
رکھتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے عہد
خلافت میں جماعت کے قدسوں کو مستحکم کر دیا
اور دشمن کو جھوٹی خوشی یا مال ہو گئی۔ اور پھر وہ
یہ مال کرنے لگا کہ اب ان کی وفات (یعنی
حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے بعد
سلسلہ قائم نہیں رہے گا لیکن حضرت خلیفہ
اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ
نے خلافت کی باگ ڈور ایک ایسے نوجوان
مرد کے ہاتھ میں دے دی جس کی نسبت اس نے
اپنی وحی میں اول العزم فرمایا تھا اور
خبر دی تھی کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت
پائے گا اور وہ اس سے برکت پائیں گی
چنانچہ اس کے عہد خلافت میں اپنی قدرت کا
زبردست ہاتھ دکھایا۔ محافل کی تعظیم
بے سود ثابت ہوئی اور دشمن اپنے تمام
ارادوں میں اور ہر قسم کے منصوبوں میں
ناکامی سے ہٹا رہا۔ اور وہ بات جو اپنے
مک میں مقبرہ اور کمرہ کبھی جاتی تھی اسے یہ
توضیح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے
طاہر ہوئی کہ وہ دنیا کے بڑے بڑے مالک
میں تبلیغ اسلام کے مرکز قائم کرے۔ اور
مجدد تعمیر کر دے۔ اور ہر قوم اور ہر ملک

کے لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے جھنڈے تلے جمع کرے۔ چنانچہ اس موعود
خلیفہ نے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی شہادت
رستہ نازل فرمائے (دنیل کے گناہوں تک
شہرت پائی اور مختلف ممالک میں رہنے
والی قوموں نے اس سے برکت پائی اور وہ
اسلام میں داخل ہوئیں اور اس طرح وہ
غرض پوری ہوئی جس کے مستقل حضرت سیح موعود
علیہ السلام نے الوصیت میں فرمایا تھا :-
"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان رجوں
کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد
ہیں۔ کیا یورپ اور کمالیشیا ان سب
کو جو نیک نعت رکھتے ہیں توحید
کی طرف کھینچے اندھے بندوں کو دین
واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا
منقذ ہے جس کے لئے میں دنیا میں
بھی گیا۔"

اور حضور کا یہ فرمان تجا نابت ہوا کہ :-
یہ مرت خیال کر کہ خدا تمہیں حاضر
کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک
بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا
ہے کہ یہ بیج بٹھے گا اور پھولے گا
اور ہر ایک طرف اس کی شاخیں نکلیں
گی اور یہ بڑا درخت ہو جائے گا
پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان
رکھے اور درمیان میں لسنے والا ابتداء
سے نہ ڈرے۔"

اور آج وہ درخت اللہ تعالیٰ کے فضل
سے تناور ہو گیا ہے، جس کی شاخیں یورپ
امریکہ۔ افریقہ۔ ایشیا وغیرہ براعظموں میں
پھیل چکی ہیں۔ جس کا اعتراف نہ ایک دفعہ
بلکہ متعدد دفعہ دشمن بھی اپنی تحریروں کے
ذریعہ کر چکا ہے و بفضل ماس شہدت
بہ الامداد

اور وہ دن جب کہ قدرت شانیہ کا پہلی
دفعہ ظہور ہوا اور جو آئندہ کی تمام ترقیات کی
بنیادی امانت ثابت ہوا وہ حضرت سیح موعود
علیہ السلام کی وفات کا اگلا دن یعنی ۲۶ مئی
۱۹۰۸ء کا دن ہے جو جہادِ احمیہ
مختلف مقامات پر جاری ہے۔

درخواستہائے دعا

۱۔ خاک رجمی جہاد کا اتقان دے دے
بزرگانِ درویش کی خدمت میں اعلیٰ کامیابی
کیلئے درخواست دعا ہے
۲۔ خاک رجمی احمدی ابن غلام سیح صاحب
۳۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ بی سے فاضل کا
دے رہے ہیں بزرگانِ درویش کی ہماری
اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا کریں
خاک رجمی عبداللہ احمدی شیخ عبدالقادر احمدی
محکمہ شکر پور بھدرک

خلافتِ حقۃً اسلامیہ کے بارہ میں ذواجماع

زمرہ مولانا شریف احمد و حب امینی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ نسبی

(1)

اللہ تعالیٰ جب انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرماتا ہے اور ان کے ذریعہ مگر اپنی اور بے دینی کو زور کر کے خالق و مخلوق کے تعلق کو مضبوط کرتا ہے تو یہ سلسلہ ہدایت انبیاء علیہم السلام کی وفات کے ساتھ منقطع نہیں ہو جاتا بلکہ ان کے بعد اسے جاری رکھا جاتا ہے کیونکہ نبی تو دنیا میں ایک ہیج ہونے کے لئے آتا ہے۔ لوگوں کے سامنے ایک سراط مستقیم رکھ دیا جاتا ہے جس پر چل کر وہ اپنے مقصود کو حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ انسان اپنے پاک غرض اور اپنی پاک تعلیم کے ذریعہ لوگوں تک صدق و وفا کے راستہ پر چلاتا اور ان میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے اور ان کی وفات کے بعد خلفاء کے ذریعہ سے یہ کام بار آور ہوتا ہے اور اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ مملکت اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ ناسنت اللہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ بھی قرآن پاک میں وعدہ فرمایا کہ :-

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْأَرْضِ أَوْ لَيَسْتَفِئَهُنَّ
مِنْ قِبَلِهِمْ وَلِيَكُونَ لَهُمْ
الْزَكَاةُ أَنْزَلْنَاهُمْ
مِنْ لَدُنْهُمْ وَلِيَكُونَ لَهُمْ
سُورَةُ النُّورِ (٤٨)

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو
تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک اور ایمان
کے مناسب حال اعمال بجالاتے ہیں یہ وعدہ
فرمایا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے
گا۔ جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا
تھا اسی طرح ان کے مقام کے ساتھ ان کے
میں دین کو مضبوط کرے گا جو اس نے ان
کے لئے پسند کیا ہے۔ اور خوف و ہراس کے
حالات کو تبدیل کر کے اس قائم کرے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ شیعوں کو خلیفہ بناتا ہے اور پھر اپنے ان خلفاء کے ذریعہ سے وہیں فتنہ کی سیڑھی کرتا اور خوف کے حالات پیدا کر کے ان کو تم گمراہ اور اس طرح نظام خلافت کی برکات کی طرف مومنوں کی

تبعہ صبا وال کروادی

پناہیجہ آنحضرت علیہ السلام نے بھی
 امر کو سرا تا بیان فرمایا
 مَا قَاتَ اللَّهُ وَقَةَ قَطُّ إِلَّا تَبِعْتَهَا
 حِلَالَةً (خضالعہ کبریٰ للسیوطی)
 کہ کبھی کوئی نبوت ایسی نہیں ہوئی جس کے
 خلاف خلافت نہ ہوئی ہو۔ گویا آنحضرت مبعیہ علیہ
 السلام کے نزدیک خلافت نبوت کا ایک
 قسم ہے اور خلافت کا قیام نبوت کی اغراض
 و مقاصد کو ہی پورا اور مستقیم کرنے کے لئے
 ہوتا ہے۔ اور خلافت کے بغیر نبی کی حاکمیت
 ترقی نہیں کر سکتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو قرآن مجید اور ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو خوب سمجھنے والے تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالی کے بعد "خلافتِ حقہ" اسلامیہ کے قیام پر اجماع کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور ساری قوم ایک ہاتھ پر از سر نو جمع ہو گئی اور مسلمانوں میں نظامِ خلافت جاری ہوا۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے جو دینی اور دنیوی ترقیات و فتوحات حاصل کیں۔ وہ اس نوعِ خلافت ہی کی برکت تھی۔ اور آج یہ بھی ایک ذاتی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ تشریل و ادبار اور انفرادہ و اشتقاقِ خلافتِ حقہ سے ٹکروں و رد گردانی کا نتیجہ ہے۔ کائناتِ مسلمانِ بعائی ارشادِ ربانی اور حدیثِ الرسولِ معلّم میں خلافت کے بارہ میں بیان فرمودہ روحانی نکتہ کو سمجھیں۔

(F)

قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی پیشگوئیاں
اور نبیائے کرام کے مطابق اس زمانہ میں اسلام
کی ترقی و ترقی و اصلاح
کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد
مصابی قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کو مسیح موعود
اور مہدی مہمود بنا کر مبعوث فرمایا۔ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے
مقدمہ اور عظیم مشن کو نبییت کا میابی کے
ساتھ پورا فرمایا مگر ساتھ ہی اپنی نبییت
کے بعد جماعت میں نظام خلافت کے جاری
ہونے کی طرف بھی جماعت کی توجہ مبذول

کرواتے ہوئے فرما۔

(۱) جب کوئی رسول یا شاخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آ جاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے۔

(ب) رسالہ "الوحیۃ" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کو صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ قدیم سے سنت ہے کہ وہ ہر زمانہ میں دو قدرتی دکھلایا کرتا ہے۔ ایک ایسا مامور مسیح کو اور وہ مامور خدا تعالیٰ کی ایک مجسم قدرت ہوتا ہے۔ اور دوسری قدرت نبی کی وفات کے بعد ظاہر کرتا ہے جو خلافت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کی مثال کے ساتھ واضح کر دیا۔ حصہ ۱۱ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

(۱) " اسی طرح خدا تعالیٰ تیری
 نشانیوں کے ساتھ ان کی (یعنی انبیاء
 کرام کی - ناقل یعنی) سچائی ظاہر
 کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ
 دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی
 تحفہ نری انہی کے ہاتھ سے کر دیتا
 ہے۔ لیکن اس کی یہ روش تکمیل ان
 کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے
 وقت میں ان کو زمانات دے کر جو
 بغیر ہر ایک ناکامی کا خوف لینے
 ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو سنبھالنے اور
 ٹھٹھکے اور طعن و تشنیع کا موقع دیتا
 ہے۔ اور جب وہ سنبھال اور ٹھٹھا کر

چلتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی
قدت کا دکھاتا ہے اور ایسے ابراہیم
میدار دیتا ہے جن کے ذریعہ سے
وہ منافق جو کسی قلد نامہ ام رہ
گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔
(ii) تب خداوند کے دوسری مرتبہ

اپنی زبردست قدرت کا ہرگز ایسے
اور گرتی ہوئی جماعت کو نہ بھاریا
ہے۔۔۔۔۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر
میدین کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت
سلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے
بے وقت موت سمجھی گئی اور دست

بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی
ماسے غم کے دیوانے ہو گئے۔ ت
خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق کو
کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کیا
مخبر اکھایا (الوصیت)

جناحِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
جو قدرتِ اویٰ کے مظہر تھے جب ۲۶ مئی
۱۹۰۸ء کو وفات پا گئے تو ۲ مئی ۱۹۰۸ء
کو قادیان میں حضور علیہ السلام کی تدفین سے
قبل جماعتِ احمدیہ میں رسالہ الوصیت لکھے
مطابق قدرتِ تانیہ کے ظہور یعنی خلافت
کا نہ صرف تمام عمل میں آیا بلکہ قوم کا اس
خلافتِ حقہ اسلام میں ہر اجماع بھی ہوا چنانچہ
حضرت مولانا نور الدین صاحب مبنی اللہ تبارک
عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیدل خلیفہ
مستفقہ طور پر منتخب کیا گیا اور اس وقت عائدین
درمباران مجلسِ محمدین کی طرف سے جو اعلان
شائع ہوئے ان میں اس امر کی صراحت کی
گئی کہ :-

(ا) ”کلّ دَم نے جو قادیان میں موجود
 نفی جس کی تعداد اس وقت بارہ سو
 ہفتی والا نائب حضرت حاجی الحرمین
 شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب
 کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا“
 (ب) ”مطابق فرمان حضرت مسیح موعود
 علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت
 ہم احمدیائے حق کے دستخط ذیل میں
 ثبت ہیں، اس امر پر صدقِ دل سے
 متفق ہیں کہ اول المبارکین حضرت
 حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب...
 کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام اُمّی
 جہات موجودہ دائرہ نے تمکینِ بیعت
 کریں اور حضرت مولوی صاحب موعود
 کا فرمان ہمارے واسطے آئینہ الہی
 ہو گیا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود
 علیہ السلام کا تھا“

(بدر ۱۹۰۵ء جون ۱۹ء)

اس اعلان کے پیچھے شیخ رحمت اللہ صاحب
خواجه کمال الدین صاحب مولوی محمد علی صاحب
مولوی غلام حسن صاحب بشادری مرزا افتخار
بیگ صاحب اور ڈاکٹر ابوالحسن صاحب
دیگر ہم کے دستخط ثبت ہوا۔

الخضر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
 وفات کے بعد سنت اللہ کے مطابق
 کے ساتھ میں بھی نظام خلافت جاری ہوا
 اس خلافت احمدیہ پر جماعت احمدیہ کا اجتماع
 اور اس امر پر بھی کہ اس خلافت احمدیہ
 تیسرے کا ذکر رسالہ الوصیت میں
 اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے
 مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد ہے یہ
 احمدیہ میں یہ نظام خلافت جاری ہے

آئے بھی وہ گئے بھی وہ ختم فسانہ ہو گیا

رقم فرمودہ حضرت تیبہ نواب مبارک بیگم صاحبہ مظلہ العالی

کیا کیا نہیں یاد آ رہا۔ داؤد احمد مرحوم پیدا ہونے والے تھے ۲۲ سال کا ذکر ہے۔ میں حضرت اہل جان کے ہاں جاتے وقت رستہ میں مانی جان صالحہ بیگم اہم داؤد مرحوم کو ملنے ان کے مکان میں لڑے ماموں جان کی کوٹھی میں ان کا قیام تھا پھر ۱۰ انہوں نے کہا میں نے خواب بوقت حجرہ کچھ ہے کہ کسی شخص نے باہر سے پکار کر کہا افسر لنگر خانہ آہے میں تو شہداء اور مبارکباد کی آواز معلوم ہوئی میں نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے ہاں لڑکا اس دفعہ تولد ہو گا اور لنگر مسیح موعود علیہ السلام کا کام کرے گا۔ داؤد احمد مرحوم پیدا ہوئے بسبب خاندان کیلئے بہت خوشی کا دن تھا۔ وہ خدمت میں گئے سب کے دل آج مسح تمام جماعت ان کی جدائی سے غموم ہیں۔

وہ خادم دین تھے اور ہر خدمت دل و جان سے بجالانے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجہ بلند فرمائے اور ان کی اولاد میں نیک خادم دین ہوں۔ ان کو بشارتیں پہنچتی رہیں۔

مسیح موعود علیہ السلام کا آگیا صرف وہ درویشوں کی روٹی والا لنگر نہیں بلکہ آپ کا روحانی لنگر اس سے بہت بڑھ کر تاقیامت دینے سے پہلے ہی ہو کر جاری ہے گا۔ آپ کے خلیفہ اور خلیفہ کی قیادت میں روحانی لنگر اور آپ کے روحانی خزانوں کو تقسیم کرنے والے تقسیم کرنے میں گے اور تمام عالم نور ہدایت مستفید ہوتا رہے گا۔ اس روحانی لنگر کا بھی ایک خادم خاص ہمارا داؤد مرحوم تھا اور جسمانی لنگر کا بھی خدمت جملہ سالانہ کی وجہ۔ خدمت درویشان میں بھی پیش پیش رہا ایک بہت مخلص اور مبارک وجود تھا جو ہم سے رخصت ہو کر اپنے سولہ لاکھ حضور میں سرخرو ہو کر حاضر ہو گیا۔ آمنا للہ وانا الیہ راجعون

جس دن تابوت اٹھا، گھر آکر تمام شب مجھے نیند نہیں آ سکی۔ میرا بات اس کی یاد آتی رہی اور اس کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ نیم خواب میں بھی اندھ بوشیا ہو کر بھی۔

داؤد احمد مرحوم مجھ کو لئے کی چیز نہیں۔ مگر اب اس کی خدمات کے عوض ہمارا فرض دعا ہے صرف دعا، اور یہی اس کی خدمت ہے جو اس کی اور ہر خادم دین مرحوم کی بجا لا سکتے ہیں۔ اسی حالت میں بغیر کسی غور و فکر کے دو شعر میری زبان پر کیے بعد دیگرے جاری ہوئے جو یہ ہیں۔

۱۔ خوبیاں بھر دی کفین مولے نے دل داؤد میں

خادم محمود پہنچا خدمت محمود میں

۲۔ سو پناہ تھیں خالق و مالک کی اماں میں

سوئے ہو یہاں آنکھ کھلے باغ جہاں میں آہن

میری دعا رہتی ہے کہ ہماری سب کی اولادیں نسلیں تمام حقیقی مسلمان خادم دین بنیں۔ ہر فرد واقف زندگی نہیں بن سکتا تو بھی سب ہماری اولادیں نسلیں ہمیشہ تاقیامت جس لائن میں بھی جائیں محترم تبلیغ بنیں م (باقی کام ص ۲۰ میں)

ایک ذوقی نکتہ

میں آئیں ایک ذوقی نکتہ کی طرف احباب کرام کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ جب سے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی پیشگوئیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے مطابق مسلمانانہ امور میں نظام خلافت قائم ہوا ہے مسلمانوں کی خرد ساختہ اور نام نہاد ترکی خلافت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور اس کے بعد مسلمانوں نے جب بھی اس نظام خلافت کے قیام کی کوشش کی اور کسی شخص کو خلیفۃ المسلمین بنانے کی کوشش کی تو اس کی طرف ان کی یہ کوشش بوجہ انتشار و اختراق کامیاب نہ ہو سکی تو دوسری طرف مجوزہ خلیفہ نام کام نامراد و نیا سے گزر گیا

پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کے مشاہد کے مطابق جو خلافت حقہ اسلامیہ جماعت احمدیہ میں قائم ہو رہی ہے وہی دینی اور دنیوی برکات کی حازر ہے اور مسلمان اگر موجودہ تنزل و ادوار سے بھاگنا چاہتے ہیں تو پھر اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ اس خلافت حقہ اسلامیہ کے دوسرے وابستہ ہو جائیں۔ گو کہ اب جہاد اللہ فکروا فیہ انجی اللہ کے فرمان نبوی صلعم کے مطابق خلافت کی رحمت و برکت کا حصول اسی خلافت احمدیہ سے تعلق پیدا کرنے سے ہو گا۔ اور کوئی خرد ساختہ خلافت اسلام کی کشتی کو عبور سے نہیں نکال سکتی۔ یہی تقدیر الہی ہے کاش! اہل اسلام آسمانی صداقتوں کو شناخت کرنے کی توفیق پائیں۔

بدرقادیان احمد شہد بہ العالی

اور حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفہ اول کی وفات (ربیع الثانی ۱۹۱۳ء) کے بعد اس منصب خلافت پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود کو فائز فرمایا اور نصف صدی سے زائد آیت مسند خلافت پر متمکن رہے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کا انتظام فرمایا۔ اور خود بھی حسب بشارات زمین کے کناروں تک شہرت پائی اور جماعت کو بھی ایک بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد باسعادت کے بعد نومبر ۱۹۶۵ء میں اللہ تعالیٰ نے اس منصب خلافت پر حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایہ اللہ تعالیٰ کو فائز فرمایا اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ ثالث ہیں اور اب حضور کے عہد خلافت میں اشاعت اسلام کا فریضہ شاذ و اذ طریق پر کثافت عالم میں ادا کیا جا رہا ہے۔ اور حضور کا عہد خلافت روحانی ترقیات و فتوحات کا دور ہے۔ الحمد للہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور الود کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور خلافت کی برکات سے ساری جماعت بلکہ ساری دنیا کو متمتع فرمائے اور ہمارے بھائی بھائیوں کو مزد ساختہ نظریات کو وجہ سے نظام خلافت سے برگشتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی نظام خلافت سے وابستہ ہونے اور اس کی قدر کرنے کی توفیق دے۔ کیونکہ نظام خلافت ہی ہے اسلام کی حقیقی سر بلندی و وابستہ ہے اللہم آمین۔

م اور سب کا نصب العین اور مضبوطی و امن خدمت دین ہے۔ آمین یا رب کریم۔ مبارک جوڑے ملتے جاتے اور تاقیامت چراغوں سے چراغ جلتے جائیں۔ رب رخصت ہونے والوں کو بشارتیں پہنچتی رہیں اور وہ ہاں باغ بارخ ہوں اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں۔ آپ کے فرزند حبیب مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ میری دعا ہم سب یعنی اولاد، نسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تمام حزام دین اور تمام جماعت کی اولادوں انسانوں کے لئے درود دل سے نکلی ہوئی دعا رہتی ہے۔ خدا ہمیشہ مجھے بھی توفیق دعا بخشنے اور قبولیت دعا کا شرف دے اور

مرحمت لاجواب ہو جائے

منفرت بے حساب ہو جائے

والسلام

آمین

مبارک

(۱) یہ صحیح ہے کہ بھٹو ہر ضیفہ کا تقریر لوگوں کے انتخاب سے ہوتا ہے۔ مگر اس میں مذہب کے لحاظ سے کیا فرق ہے؟ کیا یہ اس کی مشیت اور بنی مشیت کو پورا کرتا ہے؟ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے میں وصیت کرنے کا ارادہ کیا تو محض اس وجہ سے یہ ارادہ منسوخ فرمادیا کہ **شَهِدْتُ قُلْتُ يَا بَايَ اللَّهِ وَبَدَعَ الْمُؤْمِنُونَ** اَوْ يَدْفَعُ اللَّهُ دِيَارِي الْمُسْلِمِينَ (بخاری کتاب الاحکام باب الاستخفاف) کہ میں نے اس لئے ارادہ ترک کر دیا کہ مومنوں کی جماعت ابوبکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوگی۔ اور نہ ہی خدا کسی اور شخص کی خلافت کو قائم ہونے دیگا (۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: **اِنَّهُ لَعَلَّ اللَّهَ اَنْ يَفْضَلَ قَبِيْعًا فَاَنْتَ اَوْ اَوْ دَعَا خَلْفَهُ فَلَا تَخْلَعُ** (ترمذی) کہ خدا تمہیں ایک قبیلے میں سے لے گا اور لوگ اسے اتارنا چاہیں گے مگر تم اسے نہ اتارنا۔ اس نے بھی ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ طرز خلافت کی تمہیں بتاتا ہے۔ (۳) آیت استخفاف سے بھی واضح ہے کہ خدا تعالیٰ خلفاء کو خود مقرر کرتا ہے۔

خلیفہ نبی کا قائم مقام ہے

خلیفہ چونکہ نبی کے جاری کردہ سلسلہ کو چلانے اور اس کے احکام و ادا امر کی تعمیل کرانے اور اس کی پیدا کردہ جماعت کی حفاظت و نگرانی کا فرض اور محنت ہے اس لئے وہ نبی کا قائم مقام ہوتا ہے نبی دنیا میں انصاف کے قیام کے لئے آئے ہیں جیسا کہ فرمایا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ** (من ع)۔ یعنی اسے داؤد ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجا ہے پس تو لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ پس انبیاء کے قائم مقام ہونے کے لحاظ سے خلیفہ کا کام عدل کا قیام بھی ہوتا ہے۔ **وَلَا تَقْلُبُ الْأَرْضَ فِي سُبُلِ الْبَغْيِ** (من ع)۔ یعنی اسے داؤد ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجا ہے پس تو لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ پس انبیاء کے قائم مقام ہونے کے لحاظ سے خلیفہ کا کام عدل کا قیام بھی ہوتا ہے۔ **وَلَا تَقْلُبُ الْأَرْضَ فِي سُبُلِ الْبَغْيِ** (من ع)۔ یعنی اسے داؤد ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنا کر بھیجا ہے پس تو لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ پس انبیاء کے قائم مقام ہونے کے لحاظ سے خلیفہ کا کام عدل کا قیام بھی ہوتا ہے۔

(۱) اسلام میں خلافت کا تصور پیش کرتا ہے اپنی یہ کہ خلیفہ کا انتخاب دراصل خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص کے ماتحت اور اس کی مشیت و ارادہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے اس نے مقرر کیا ہے کہ وہ ایسا خلیفہ ہو جس کو نبی نے مقرر کیا ہو اور نہ خدا تعالیٰ انتخاب کیا اس سے بڑھ کر متک اور کیا ہو سکتی ہے۔ (۲) اسلامی خلیفہ کا تعلق لوگوں سے روایاتی اور قلبی ہوتا ہے نہ محض فنی و فنی نہیں اس قسم کے تعلق کو معیاری قرار دینا یا ایسے معیاری تعلق کو جائز نہ کہنا مذہب کی روح کے بالکل منافی ہے۔ اور مذہب میں ایسی ناجائز آزادی کا دروازہ کھولنا جس کا آخری نتیجہ سوائے لامذہبیت اور بے دینی کے اور کچھ نہیں۔ (۳) حضرت عثمانؓ باغیوں کے مطالبہ دستبرداری از خلافت کے جواب میں فرماتے ہیں:۔ **مَا كُنْتُ لِأَخْلَعُ سِرًّا وَلَا سِرًّا لِلنَّاسِ** اللہ کی سزا سے میں بعد کھلا کر اللہ کے قدم میں ایسا نہ آؤں گا۔ جس پر اگر کوئی نہ کہیں انارکتا جو خدا تعالیٰ نے یہاں تک کہ اگر کسی ایک کر دے تو ایک بری رسم قائم ہو جائے گی کہ جب کبھی لوگ اپنے امام سے ناراض ہوں گے تو ان کی سزا کی لئے کھڑے ہو جائیں گے۔

(۴) حضرت خلیفۃ المسیحؒ فرماتے ہیں:۔ **”خدا تعالیٰ کے لئے ہے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی اس لئے تم میں سے مجھے کوئی معزول کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر خدا نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دے گا“** (بدر یکم فروردین ۱۳۱۲ھ) پھر فرمایا:۔

مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے میں معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ (بدر ۱۱ جولائی ۱۳۱۲ھ)

ایک وقت میں صرف ایک خلیفہ ہو سکتا ہے

حاجی ترمذیؒ میں ہے کہ **إِذَا الْبُيُوتُ تَخَلَّفَتَيْنِ فَاَقْتُلُوا الْآخِرَ مِنْهُمَا** کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو دوسرے کا بانی کاٹ کر دو۔ یہ حدیث اہل حق و انصاف پر بتا رہی ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ ہو سکتا ہے۔

خلیفہ اور مشورہ

خدا تعالیٰ نے اصولی حیثیت سے ان لوگوں کے لئے جو مشورہ سے امیر منتخب ہوں ہدایت کی ہے کہ وہ لوگوں سے مشورہ کر لیا کر فرمایا **وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ** (مائدہ)

(۱) یعنی مومنوں کا کام یہ ہے کہ وہ خدا کی پوری نرا برداری کریں اور اس کی عبادت پر قائم رہیں۔ اور حکومت کے امور باہم مشورے سے طے کیا کریں۔ (۲) یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَنُفِذَ وَحْيَهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ** (آل عمران ع) یعنی اسے نبی حکومت کے معاملات میں لوگوں سے مشورہ کرے یا کرے۔ مگر مشورہ کے بعد جب تم کوئی رائے قائم کرو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو قرآنی محاورہ کے مطابق یہ آیت صرف آپ کے لئے نہیں بلکہ تمام اسلامی خلفاء و مستعین کے لئے ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام سے استثنائی حالات میں امیر کو کثرت رائے کے رد کو دینے کا بھی اختیار ہے۔ (۳) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

لَا خِلَافَةَ إِلَّا بِالْمَشُورَةِ (ازالۃ الخفاء من خلافتہ الخلفاء) یعنی کوئی اسلامی حکومت مشورے کے انتظام کے بغیر نہ تسلیم ہوگی کی جاسکتی خلیفہ کس کے سامنے ذمہ دار ہے

جب لوگ خلیفہ کا انتخاب کر لیتے ہیں اور اپنی رائے دے لیتے ہیں پھر خدا عز و جل نے خدا تعالیٰ کے ماتحت وہ اس مشورہ پر عمل کے لحاظ سے خدا کے سامنے جواب دہ پھر تا ہے نہ کہ لوگوں کے سامنے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے باوجود حبیب اللہ و صحابہ کے مخالف مشورہ کے حضرت اسامہؓ کے شکر کو شام کی طرف بھجوا کر خلافت راشدہ کے بالکل ابتدائی ابتدائی زمانہ میں اس کا بہترین نمونہ قائم کیا ہے

خلیفہ کی اطاعت

اسلامی احکام سے یہ بھی واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مومنوں کے گروہ کے لئے خلیفہ کی اطاعت ضروری ہے اور اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے

۱۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَآوُوا إِلَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ** (نساء ع) کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور ان کی جو حکم میں عادی حکومت ہوں۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي** (مشکوٰۃ باب الامارات) یعنی میں نے میری اطاعت کی اس لئے خدا کی اطاعت

کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے اس نے میری اطاعت کی۔ اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے اس نے میری نافرمانی کی۔ (۳) ایک اور حدیث میں ہے **عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي عَسَرَةٍ وَتِسْرَةٍ وَكِرْهَةٍ وَمُسْرَةٍ** یعنی تجھ پر فرض ہے کہ تو امیر کے حکم پر کان دھ کر اور اس کی فرمانبرداری کرے۔ خواہ تو تنگی کی حالت میں ہو یا فراخی کی حالت میں۔ وہ حکم تجھے ناپسند ہو یا تجھ پر بوجھل ہو۔ (۴) خلیفہ کی اطاعت پر اسلام اس حد تک زور دیتا ہے کہ اگر بادی بنظر میں اس کے احکام سے کسی کے جائز حقوق سلب بھی ہونے نظر آتے ہوں تو بھی کامل اطاعت واجب ہے چنانچہ اب شخص کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنے پر کہ اگر امیر ہمارے حقوق چھینے تو ہم پر اس کی اطاعت واجب ہے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا:۔ **ارْصَمُوا أَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حَلَّتْ** تم ان کی باتوں کو سنو اور قبول کرو۔ وہ اپنے کاموں کے ذمہ دار ہیں اور تم اپنے کاموں کے۔ نافرمانی خلافت کے متعلق اسلامی نظریہ ۱۔ قرآن کریم آیت استخفاف میں منکر احکام خلافت کے متعلق خاص معنی کا فتویٰ دیتا ہے ۲۔ حدیث میں ہے **مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَخَالَفَ الْجَمَاعَةَ فَهُوَ مَيْتَةٌ** (مجاہد) جو شخص امیر کی اطاعت سے خروج کرے اور جماعت کے اتحاد سے الگ ہو جائے وہ اگر اسی حالت میں مرجائے تو اس کی موت غیر اسلامی موت ہوگی (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ) ۳۔ اسی طرح فرمایا:۔ **مَنْ خَلَعَ يَدًا عَنْ طَاعَةِ لَفِي اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا حِجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عَقْبِهِ بَعْعَةٌ مَاتَ مَيْتَةً** (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ) اس حدیث میں طاعت سے نکلنے والے کی موت کو جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے منکر احکام خلافت کے متعلق علمی حکم اسلام نے خلافت کی سرکشی کرنے والے کے متعلق محض لفظی فتوے نہیں دیا بلکہ اس لئے کہ اس کی سرکشی بہت بڑے فتنے کا باعث ہو سکتی ہے علی کا ردائی کا بھی حکم دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ **مَنْ أَطَاعَ عَمْرًا مِنْكُمْ فَهُوَ عَمْرًا وَاحِدًا** (مشکوٰۃ باب الامارات) یعنی جو تم میں سے کسی کی اطاعت کرے اس نے ایک شخص کی اطاعت

اسلامی خلافت کا تصور اور اس کا عملی ثبوت

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

① خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغت میں اس کے معنی یہ ہیں الخلیفۃ من یقوم مقام الذاہب خلافت کی دو اقسام ہیں (۱) خلافت الہیہ۔ یعنی نبوت (۲) خلافت علی منہاج النبوة جو نبوت کا تتمہ اور تکملہ ہوتی ہے۔ اول الذکر خلافت کے ضمن میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات پیش ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”رَاقِی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ“ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا ”یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَہٗ فِی الْاَرْضِ“

مؤخر الذکر خلافت کا استدلال مندرجہ ذیل آیت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْوَعْدُ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اَسْتَخْلَفْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ۔۔۔۔۔ (سورۃ النور آیت ۵۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال علی کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنادے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنادیا تھا۔ دراصل اس آیت کریمہ میں ہر دو خلافتوں کا یعنی خلافت الہیہ اور خلافت نبویہ کا بصرہ ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں امت محمدیہ کو وعدہ دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے امتوں میں خلافت کا سلسلہ چلتا رہا ہے بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ تم میں خلافت کو جاری فرمائے گا۔ اور ظاہر ہے موسوی سلسلہ میں ہر دو قسم کی خلافتوں کا سلسلہ چلتا رہا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے بعد یوشع خلیفہ ہوئے جو خلافت علی منہاج النبوت کے طریق پر خلیفہ تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی موسوی سلسلہ کے ایک خلیفہ تھے۔ لیکن نبوت کے مقام پر فائز تھے۔ غرض کہ کما کا لفظ اس بات کا تعاضل کرتا ہے کہ امت محمدیہ میں بھی ہر دو قسم کی خلافتوں کا سلسلہ جاری ہو۔

اس وقت مؤخر الذکر خلافت یعنی خلافت علی منہاج النبوت کے متعلق اسلامی نظریہ اور اس خلافت کا عملی ثبوت ہدیہ قارئین ہے۔

ضرورت خلافت

② عقل اور شریعت دونوں ہی اس امر کا تعاضل کرتی ہیں کہ قوم کے نظم و ضبط کے لئے ایک حاکم با اختیار ہو۔ اور امت کی پیشوائی کے لئے ایک ایسا اعلیٰ نمونہ ہو جس کی طاقت کا سرچشمہ امت ہی کی طاقت ہو۔ مطلب یہ کہ شریعت اسلامیہ، وحدت قوم و ملت اور اس کی دینی و دنیوی ترقیات اور شرعی احکام کے نفاذ کے لئے ایک ایسے راہنما کا تعاضل کرتی ہے جو نبی کا ظل اور اس کے اوصاف سے اس طرح متصف ہو کہ اس کے حق جانشینی کو ادا کرتے ہوئے اس بیچ کی جو نبی اور مامور وقت کے ذریعہ دیا گیا تھا آبیاری کر کے اس کو سایہ دار درخت بنادے۔

طریق انتخاب خلافت

ورثہ میں نہیں آسکتا بلکہ یہ ایک مقدس امانت ہے۔ جو مومنوں کے انتخاب کے ذریعہ جماعت کے قابل ترین شخص کے سپرد کی جاتی ہے۔ چنانچہ تمام مسلمان یا مسلمانوں کے نمائندے جنہیں اہل حل و عقد کہا جاتا ہے یا وہ گروہ جس کے سپرد مسلمان اپنے قومی مسائل کو دیں خلیفہ کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ اس طریق پر نظر کر کے خیال گذرتا ہے کہ یہ تو عین جمہوری نظام ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ اسلامی نظام خلافت کا تصور

تصور جمہوری نظام اور ڈکٹیٹر شپ کے بین میں ہے۔ جمہوری نظام اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ ظاہر انسانوں کی رائے سے خلیفہ کا انتخاب ہوتا ہے لیکن درپردہ اس انتخاب میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور دراصل خدا تعالیٰ ہی خلیفہ بناتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ یعنی انہیں خدا تعالیٰ ہی زمین میں خلیفہ بناتا ہے۔ چنانچہ بجز موت کے اور کوئی طاقت اسلامی خلفاء سے خلافت کی چادر نہیں چھین سکتی جبکہ جمہوری نظام میں ہم دیکھتے ہیں کہ صدر کا انتخاب عوامی ہوتا ہے۔ اور عوام جہاں انہیں کر ہی پرستھانے کی طاقت رکھتے ہیں وہاں کسی سے اتار بھی سکتے ہیں۔ دوسری طرف خلافت اسلامیہ کو ڈکٹیٹر شپ کے نظام سے بجا تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ ایک تو یہ کہ خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم ہے دوسرے اس کے متبعین اس کی اطاعت اور اطاعت اور حکومت کا جو اطوی طور پر اپنی گردنوں پر رکھتے

ہیں نہ کہ جبری طور پر۔ اللہ تعالیٰ نے داسر ہم مشورتی بینہم کے تحت خلیفہ کو نہیں شوری کے قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ وہ قوم سے مشورہ لے سکے۔ لیکن ان کے مشوروں پر عمل کرنے کا قطعی طور پر پابند نہیں بلکہ اسے اجازت دی گئی ہے کہ فاذا عزمتم فتوکل علی اللہ۔ مومنوں کے لئے یہ حکم ہے کہ جب مشورہ کے لئے بلایا جائے تو حاضر ہوں۔ اور اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اپنے مشورے پیش کریں۔ اگر ان کا مشورہ قبول کر لیا گیا تو وہ ہے نصیب ورنہ سمعاً و طاعت میں ہی ان کی بھلائی ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کے کسی مشورہ پر خلیفہ وقت کو شرع صدر نہ ہو اور اس کے قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل درآمد کرنے میں اس کی فراست جو تمام موجود الوقت افراد سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے کوئی قیادت محسوس کرے تو ان کے مشورہ کو رد کر سکتا ہے۔ اور یہیں پر اگر یہ نظام جمہوری نظام کی قیود سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ورنہ خلیفہ قوم کے ہر قسم کے مشوروں پر عمل کرنے کا پابند ہو جائے تو وہ حاکم با اختیار نہیں رہ سکتا۔

خلیفہ کا مقام اور اس کے فرائض

خلیفہ کا وجود چونکہ نبی اور مامور وقت کا قائم مقام اور جانشین ہوتا ہے اس لئے علم و فضل میں فراست میں۔ اخلاق فاضلہ میں اور روحانیت غرض کہ ہر چیز میں امت کے تمام افراد پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور اس لئے اپنے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے نہایت نمایاں حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ اور امت کے تمام افراد پر اس کے ہر حکم کی اطاعت اور ہر فعل کی تقلید لازم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ روحانی پیشوا اور ایک اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے۔

چونکہ خلافت نبوت کا تتمہ اور تکملہ ہوتی ہے اور علت غائی اس کی یہ ہے کہ نبی کے جاری کردہ مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اس لئے خلیفہ کے ذمہ وہی کام ہوتے ہیں جو نبی کے ہوتے ہیں۔ یعنی تلاوت آیات۔ تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفس۔ اس کے ساتھ ساتھ دین کی نمائندگی کے سامان کرنا اور بیرونی عملوں کا دفاع اور اندرونی خرابیوں اور بد انتظامیوں کی اصلاح۔ اور مومنوں کے خوف کو امن سے تبدیل کرنا اور قوم کے اندر وحدت اور اجتماعیت کو برقرار رکھنا اس کے اہم کاموں میں شامل ہیں۔

چنانچہ ایک شخص جس کو خدا تعالیٰ اپنی قدرت ثانیہ کے ظاہر کرنے کے نتیجے میں اٹھاتا اور مسند خلافت پر بٹھاتا ہے تو قوم اس طرح مطمئن ہوجاتی ہے جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں آرام پاتا ہے۔ یا ایک رٹائی کے میدان میں گھر شخص کسی مضبوط ڈھال کے آسرے میں آجاتا ہے۔

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”الامام حُفَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَرَآئِہِ“ خوف کی حالت میں بھی قوم آرام کی غیند سوتی ہے جبکہ خلیفہ جاگ جاگ کر شہر کے ہر دروازہ پر نگہبانی کرتا ہے۔ کسی کو بھوک لگتی ہے تو خلیفہ وقت سے فریاد کرتا ہے کوئی بیمار ہوتا ہے تو وہ بھی خلیفہ وقت سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔ کوئی پریشانی یا مصیبت نازل ہوتی ہے تو خلیفہ وقت کا درگھٹکھٹاتا ہے۔ غرض کہ قوم کے افراد کے دلوں کی دھڑکنیں خلیفہ وقت کے دل میں گنی جاسکتی ہیں۔ وہ ایک ایسا قالب ہوتا ہے جس میں قوم کے تمام افراد کی جانیں ہوتی ہیں۔ یہ ہے اسلامی خلافت کا تصور! شخصی خلافت کا تصور! جس کا تقدس، جس کے اعلیٰ اخلاق، جس کی اعلیٰ رہنمائی اور اس کے دل میں قوم کے لئے درد اور محبت اور شفقت کا بے پناہ جذبہ جو قوم کے ہر فرد کے دل کو اس کی طرف ایسا کھینچتا ہے کہ جب وہ دہ بار خلافت میں حاضر ہوتا ہے تو فرط محبت کہئے یا تقدس کا رعب، اس سے آنکھیں چار نہیں کر سکتا۔ لیکن بے اختیار اس کے دست مبارک کو چومتا ہے، اس کے انگ انگ سے اپنے آپ کو مس کرتا ہے۔ تاکہ اس محکم برکت سے تبرک حاصل کر سکے۔ معترض کہتا ہے کہ یہ شخصی پرستش ہے حالانکہ یہ تو خدا کے محبوب کا محبوب ہے اور غرض

حبیب الی قلبی حبیب حبیب کہ میرے محبوب کا محبوب بھی مجھے سجدہ محبوب ہے حجر اسود کو بوسہ دینا جائز ہے تو یہ تو پھر بھی انسان ہے فستدر۔

اسلامی خلافت کا عملی ثبوت

آفتاب غروب ہوا۔ اور شام سیاہ لباس پہنے ماتم کرنے لگی اور ہر طرف ایک خوشی اور اداسی کا سا عالم طاری تھا، افسردہ دلوں سے آہیں بلند ہونے لگیں۔ اور چشم ہائے عمیقین آنسو بہانے لگیں تب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ رُوح فرسا شعر کہا تھا

کنت السواد لنا ظری فی عیلت المناظر
من شام بعدک فلیت فلیک کنت اعاذ
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر شخص نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا خبر سن کر تلوار سونت لی کہ جو یہ کہے گا کہ آنحضرت مسلم فوت ہو گئے ہیں میں اس کا گردن اڑا دوں گا۔ اور اس طرح تمام صحابہ مارے غم کے دیوانوں کی طرح ہو

رہے تھے اور کئی بادشاہین اور کزور ایمان والے مرتد ہونے کی سوچ رہے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر جو اندیشہ لاحق تھا وہ یہ کہ سیح کے یہ دانے دھاگے کے ٹوٹ جانے سے اب ضروری منتشر ہو جائیں گے۔ میر کارواں کی عدم موجودگی میں اس قافلہ کا سفر اب یقینی طور پر رُک جائے گا۔ اور گاڑی کے یہ ڈبے بغیر انجن کے کیونکر اس طرح اپنی منزل تک پہنچ سکیں گے۔ غرض کہ صحابہ پر ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ ٹوٹ پڑا تھا، دوسری طرف امت کا شیرازہ بکھرتا نظر آ رہا تھا۔ اور اس غم پر غم کے نتیجے میں وہ بے جان جموں کی طرح ہو رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ہاتھوں سے انہیں نبھال لیا۔ اور ان کے غلگین دلوں کی تسکین کے سامان کئے اور ان کے شیرازہ کو مجتمع رکھنے اور ان کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے اپنے وعدہ کے مطابق اپنی قدرتِ ثانیہ کو ظاہر فرمایا جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع کے رنگ میں اور حضرت یحییٰ ناموسی کے بعد یحس کے رنگ میں ظاہر ہوئی تھی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو تمام صحابہ سے علم و فضل، تقویٰ و روحانیت میں بڑھے ہوئے تھے مسندِ خلافت پر متمکن فرمایا۔ آپ کا مسندِ خلافت پر متمکن ہونا تھا کہ بے قرار دلوں کو آرام آگیا منتشر ہونے والا شیرازہ مجتمع ہو گیا۔ بغاوت پر آمادہ جو سر بند ہو رہے تھے وہ نگوں ہو گئے اور خدا کی قدرت دیکھتے کہ حضرت ابوبکر جیسا رفیق القلب انسان انتظامی امور میں ایسا سخت ہو گیا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں لیت و دلت کرنے والوں کو فرمایا، یاد رکھو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر کوئی اورٹ باندھنے کی رسی دیا کرتا تھا اس کے دینے سے بھی اب انکار کرے گا تو اس کے خلاف میں جہاد کر دنگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ غنی اور علی اکرم اللہ وجہہ لکے بعد دیگرے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے رہے۔ اور ان خلفاء کرام کے عہدِ باسعادت میں اسلام روز افزوں ترقی کرتا گیا۔ اور ہر میدان میں مسلمان چھانکے اور اپنے علوم و فنون، تقویٰ و روحانیت سے ایک دنیا کو درطرحیت میں ڈال دیا۔

(۵)

مسلمانوں کا تنزل اور خلافتِ راشدہ کا التواء

اور دوبارہ شروع ہو گیا کافور

جب مسلمان مومن نہ رہے اور اعمالِ صالحہ سے ہاتھ دھو بیٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ان میں زوال آنا شروع ہو گیا تو تیس سال کے بعد خلافتِ راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا اور مسلمان اس عظیم نعمت سے محروم ہو گئے۔ اور اس کے بعد ظالم بادشاہوں کا دور دورہ ہو گیا۔ جیسے کہ قبل از وقتِ مبعوث صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ ہونے والے واقعات کا اس طرح پر ذکر فرمایا

تھا کہ :-

”تكون النبوة فيكم ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون ملكا عاضا فتكون ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون ملكا جبرية فتكون ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها الله تعالى ثم تكون خلافة على منهاج النبوة ثم سكت“ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۲)

مذکورہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت وضاحت کے ساتھ ایک اور ایک دو، دو اور دو چار کی طرح اس امر کو بیان فرمایا کہ میرے بعد خلافت علی منہاج النبوت کا سلسلہ شروع ہوگا۔ اور جب تک خدا تعالیٰ چاہے گا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو ختم کر دے گا۔ اس کے بعد ظالم بادشاہوں کا دور آئے گا۔ جب یہ دور بھی گزر جائے گا تو جبری حکومت کا زمانہ آجائیکا اور جب تک خدا تعالیٰ کی مرضی ہوگی یہ دور چلتا رہے گا۔ جب یہ زمانہ بھی گزر جائے گا تو پھر سے خلافت علی منہاج نبوت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور یہ سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک چلتا چلا جائیگا۔ کیونکہ مبعوث صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد کسی اور نظام کی خبر نہیں دی بلکہ خلافت علی منہاج نبوت کے دوبارہ شروع ہونے کی بشارت سن کر آپ جی ہو گئے۔ کیونکہ مسلمانوں سے یہ نعمت خلافت مستقل طور پر نہیں چھین لی گئی تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم نعمت کو اس شرط کے ساتھ مشروط رکھا تھا کہ جب تک مسلمان مومن رہیں گے اور اعمالِ صالحہ پر کار بند رہیں گے یہ نعمت ان میں جاری رہے گی۔ لیکن جب یہ شرط مفقود ہو جائے گی تب یہ نعمت بھی ان سے چھین لی جائے گی۔ تاوقتیکہ دوبارہ وہ شرط اپنے اندر نہ پیدا کر لیں۔ ورنہ صرف تیس سال تک خلافت کے انعام سے نوازنے کے بعد قیامت تک مسلمانوں کو اس انعام سے محروم کر دینا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے منافی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ”شہادۃ القرآن“ میں فرماتے ہیں :-

”بعض صاحب آیت و وعد اللہ الذین امنوا و عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم کی عمومیت سے انکار کر کے کہتے ہیں کہ منکر سے صحابہ ہی مراد ہیں۔ اور خلافت راشدہ انہی کے زمانہ تک ختم ہو گئی اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ گویا ایک خواب و خیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس ہی دور تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے

اسلام ایک لازوال غوثیت میں پڑ گیا (نفعہ باللہ)۔“ (مسند احمد جلد ۱) پھر آگے فرماتے ہیں :-

”چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہذا خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرافِ داوئی ہیں اعلیٰ طور پر ہمیشہ کے لئے قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا۔ تا دنیائیکہ اسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔ پس جو شخص خلافت کو تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی قلت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہ تھا کہ رسولِ کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں رکھا ضروری ہے پھر اس کے بعد دنیا تباہ ہو جائے تو کچھ پرواہ نہیں۔“

پس یہ ایک نہایت ہی مضمر اور فاسد اند خیال ہے کہ نعمتِ خلافت کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مرث میں سال کے لئے دیا۔ اور پھر قیامت تک کے لئے محروم کر دیا۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا کہ تم تكون خلافة علی منہاج النبوة یعنی پھر دوبارہ نبوت کے بعد خلافت کے سلسلہ کو اللہ تعالیٰ جاری فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ تدبیر کے نتیجہ میں امتی نبی بنا کر مبعوث فرمایا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آنے والے مسیح کو صاف طور پر نبی اللہ کا خطاب عطا فرمایا (مشکوٰۃ) اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے متعلق حلیف یہ اعلان فرمایا :-

”میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔“

(تمتہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸)

پس جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت ہے تو ضروری ہے کہ جس طرح آنحضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شخص خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تھا اسی طرح آپ کے ارشاد کے مطابق کہ تم تكون خلافة علی منہاج النبوة آپ کی پشتِ ثانیہ کے بعد بھی شخصی خلافت کا سلسلہ شروع ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کو اپنی

وفات کی المناک خبر دیتے ہوئے یہ مرثوہ بھی قبل از وقت سنایا تھا کہ :-

”سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنتِ اشرافیہ ہے کہ خدا تعالیٰ دو وقت در تین دکھلاتا ہے۔ تا مغانوں کی دوجوئی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غلگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔“ (الوصیۃ ص ۶)

(۶)

جماعت احمدیہ میں خلافت

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا اور چودہ سو سالہ پرانا زخمِ پھر سے ہرا ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہورِ کامل اور بروز کو پا کر آپ کے صحابہ جتنے خوش تھے اتنے ہی آپ کے وصال سے غلگین ہو گئے۔ اور اس صدمے نے انہیں نڈھال کر دیا۔ اور دنیا ان کی آنکھوں کے آگے اندھیری ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لئے مبعوث نہیں فرمایا تھا کہ آپ غلبہ اسلام کا بیج بوجائیں اور آپ کے بعد یہ بیج آندھی اور طوفانوں اور مخالفت کے سیلاب کی نذر ہو جائے۔ اور مسلمان پھر بے سہارا اور یتیم ہو کر رہ جائیں۔ نہیں ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ساری دنیا میں لہرانے کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ اور اسی مشن کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد خلافت علی منہاج النبوت کا سلسلہ چلانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس صادق الوعد خدا نے اس بیج کی آبیاری کے لئے اور غلگین جماعت کے دلوں کی تسکین کا خاطر ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کے دن اس قدرتِ ثانیہ کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آسمان پر چلی گئی تھی دوبارہ اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہر فرمادیا۔ اور جماعت احمدیہ نے بارہ سو افراد کی موجودگی میں حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ منتخب کیا۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود کا وہ قول پورا ہوا کہ :- میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو قدرتِ ثانیہ کے مظہر ہوں گے۔ (الوصیۃ)

مالی خدمت دین کا نصف حصہ ہے

رستم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے رضی اللہ عنہ

”میرا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ اس زمانہ میں خصوصاً اور ویسے عموماً مالی خدمت دین کا نصف حصہ ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے اپنی ابتداء میں ہی جو صفت متقیوں کی بیان فرمائی ہے اس میں ان کی ذمہ داریوں کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے التذین یقیمون الصلوٰۃ ویتؤتوا زکوٰۃ ویتقون یعنی متقی تو وہ ہیں جو ایک طرف تو خدا کی محبت میں اس کی عبادت بجالاتے ہیں اور دوسری طرف اپنے خدا اور رزق سے دین کی خدمت میں خرچ کرتے ہیں۔ اس اہم آیت میں گویا دینی فرائض کا پچاس فی صدی حصہ انفاق فی سبیل اللہ کو قرار دیا گیا ہے۔ پچاس فی صدی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے جہاں جہاں اعمال صالحہ کی تلقین فرمائی ہے وہاں ہر مقام پر لازماً صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو خاص طور پر نمایاں کر کے بیان کیا ہے۔ اسی طرح موجودہ زمانہ میں چندوں کی اہمیت اس بات سے بھی ثابت ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ نے سورہ کہف میں ذوالقربیٰنین کا ذکر فرمایا ہے وہاں اس کی زبان سے یہ الفاظ کہلائے ہیں کہ۔ اذتوفی زبیر الحدید۔ یعنی اے لوگو! مجھے دھات کے ٹکڑے لاکر دو۔ تاہیں تمہیں غفلتوں کے علم کے خلاف ایک دیوار کھڑی کر دوں۔ اس جگہ استعارہ کے طور پر دھات کے ٹکڑوں سے چاندی سونے کے سکے مراد ہیں جو دین کے کاموں کو چلانے کے لئے ضروری ہیں۔ اور سب دوست جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صراحت فرمائی ہے کہ بے شک گذشتہ زمانہ میں بھی کوئی ذوالقربیٰنین گذرا ہو گا۔ مگر اس زمانہ میں پیشگوئی کے رنگ میں ذوالقربیٰنین سے مسیح موعود یعنی میں خود مراد ہوں۔ جو جہاں طاقتوں کے مقابلے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اسی لئے آپ نے چند دن کے بارے میں اتنی تاکید فرمائی ہے کہ اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا کہ جو شخص احمدیت کا علم باندھ کر پچترین ماہ تک الہی سلسلہ کی خدمت کے لئے کوئی چندہ نہیں دیتا اس کا نام بیت کنندگان کے رجسٹر سے کاٹ دیا جائے گا۔“ (ناظر بیت المال آمد قادیان)

خدا تعالیٰ کی خاطر ان پیش کرینوالا بہت زیادہ برکت حاصل کرتا ہے

وقف جدید کی تحریک میں جن دوستوں کے وعدہ جات حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت مبارک میں پیش کئے گئے ہیں۔ دفتر کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ الہی اکثر دوستوں نے ادائیگی نہیں کی ہے۔ وقف جدید کے سال کو پانچ ماہ گذر رہے ہیں۔ وصولی کی کمی کی وجہ سے تعلیم و دفتر کے اخراجات پورا نہ ہونے کا خدشہ ہے۔ اس لئے وقف جدید کی تحریک میں خدا تعالیٰ کی خاطر جن دوستوں نے اپنے وعدے پیش کئے ہیں۔ وہ اس ادائیگی کی فکر کریں۔ اور اپنے وعدوں کے اضافہ کے ساتھ ادائیگی کریں۔ کیونکہ اکثر دوستوں کے وعدے ان کی حیثیت سے بہت ہی کم ہیں۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:- ”اگر کوئی تم میں سے خدا تعالیٰ سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں۔ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ سے زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا۔ بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے بعض حصہ مالی کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اُسے پائے گا۔“

وقف جدید کی تحریک سیدنا المصلح الموعودؑ کی جاری کردہ تحریک ہے۔ یہ وہ یادگاری کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ جیسا کہ حضرت اقدس خلیفہ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”جو فیصلہ آسمان پر ہو چکا ہے زمین پر نافذ ہو کر رہے گا۔ دنیا کا کوئی طاقت اُسے روک نہیں سکتی۔ لیکن اس راہ میں انتہائی قربانی پیش کرنا ہمارا فرض ہے۔“ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے احباب جماعت کو مالی قربانی کے میدان میں ہمیشہ اپنا قدم آگے بڑھانے کی سعادت بخشے آمین۔

انچارج وقف جید انجمن احمدیہ قادیان

ہے اور دنیا کے افق پر اسلام کے غلبہ اور ترقی کے آثار نمایاں طور پر ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

آخر میں خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے مسلمان اور غیر مبائع بھائیوں کی آنکھیں کھولے تاکہ نعمت خلافت کی برکات کا مستفاد ہوں کر سکیں اور وہ بھی خدا تعالیٰ کی اس عظیم نعمت سے متمتع ہو سکیں۔ اور خدا تعالیٰ ہمیں بھی یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم تازیت خلافت کے دامن سے فائدہ اٹھائیں۔ کیونکہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

پھر ۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفہ اولیٰؑ کی وفات کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور آپ کے اکیاون سالہ ورستہ و تائبہ عہد خلافت میں اسلام کو جو سر بلندی حاصل ہوئی وہ اپنی اور بیگانوں پر محفی نہیں۔ پھر جب ۱۹۲۵ء میں آپ کا وصال ہوا تو حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کاروان احمدیت علم اسلامی ہاتھ میں لئے خلافت کی قیادت میں ترقی کی شاہراہوں پر گامزن

اسلام کا شاندار نظام

اس سے تعاون کرے۔ اسلام حاکم کو فوقیت دیتا ہے اس کے قومی فرائض کے اعتبار سے۔ مگر اس کو عام لوگوں کے مساوی رکھتا ہے، ذاتی معاملات کے لحاظ سے۔ سوچ کر اگر ذاتی معاملہ میں خلیفہ کا کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شخص سے بھی جھگڑا ہو جائے تو اسلام خلیفہ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایسے مالی معاملات اختلاف میں عدالت سامنے پیش ہو۔

پس اسلامی نظام خلافت ہر رنگ میں کمال اور معیاری ہونے کے لحاظ سے اور صحیح طریق حکومت بنانی کے قیام کے لحاظ سے۔ پھر پبلک کے مفاد کے حقیقی قیام کے لحاظ سے، اور سب سے بڑھ کر لوگوں کی مذہبی، قومی، اخلاقی اور روحانی، تمام حالتوں پر مادی ہونے کے لحاظ سے تمام دوسرے حکومت کے طریقوں پر فائق ہے۔

خلافت ہی سے وابستہ ترقی ہے جماعت کی یہی تو کاروانین کی اصلی قیادت ہے (عبدالحمید خان صاحب شوق)

اگر کوئی شخص تمہارے پاس آئے اس حال میں کہ تم ایک امیر کے ماتحت اکٹھے ہو اور وہ چاہے کہ تمہارے عصا کو بھاڑ دے۔ اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے۔ تو ایسے آدمی کا مکمل مقاطعہ کر دو۔

اسلامی آزادی اور نظام

اسلامی نظام خلافت رعایا اور عامۃ الناس کے لئے جہاں ایک طرف آزادی بھی دیتا ہے تو دوسری طرف پابند بھی بناتا ہے۔

اسلام ایک طرف آزادی دیتا ہے، کہ وہ:- (۱) اپنے حاکم کا خود انتخاب کریں۔ (۲) حاکم کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ان سے مشورہ لے۔

تو دوسری طرف رعایا کو پابند بناتا ہے، کہ وہ:- (۱) منتخب کردہ خلیفہ کو تا عمر بٹا نہیں سکتے۔ (۲) اس کے تمام احکام کی کامل اطاعت کریں۔ تاکہ محض انفرادی نقصان کے خیال سے ایسی تفرقہ اندازی پیدا نہ ہو جو قومی شیرازہ بندی کو منتشر کرنے والی ہو۔ رعایا کا فرض ہے کہ وہ حکومت کی خیر خواہ ہو

پٹرول یا ڈیزل سے چلنے والے ٹرک یا کارول

کے فزیم کے پمپز نہات آپ کو ہماری دکان سے مل سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنے شہر یا کسی قریبی شہر سے کوئی پمپ نہ مل سکے تو ہم سے طلب کریں! پتہ: ٹرانسٹ فرمالٹین

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگولین کلکتہ ۷۱

AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA-1 23-1652 } فون نمبرز { 23-5222 } تارکیتہ "Aulocentre"

آزاد ٹریڈنگ کارپوریشن فرس لین کلکتہ ۷۱

کسی ویر لیڈر اور بہترین کو الٹی ہوئی چپاں اور ہوائی شیٹ کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں:-

AZAD TRADING CORPORATION, 55/1 PHEARS LANE CALCUTTA - 12.

The Weekly **BADR** Qadian

Khilafat Number

Vol. 22

24th May, 1973

No. 21

سب برکتیں خلافت میں ہیں

اِرشادِ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

”اے دوستو! میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج بوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دُنیا میں پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافتِ حقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دُنیا کو متمتع کرو۔ تا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دُنیا میں بھی اُونچا کرے اور اُس جہان میں بھی اُونچا کرے۔ تا مگر اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو۔ اور میری اولاد اور حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کو بھی اُن کے خاندان کے عہدِ یاد دلاتے رہو۔ احمدیت کے مبلغ، اسلام کے سچے سپاہی ثابت ہوں۔ اور اس دُنیا میں خدائے قدوس کے کارِ ندرے بنیں۔“

(الفصل ۲۰ مئی ۱۹۵۹ء)

